REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. NO. P/GDP-3

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد ۲۴

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:- جاوید اقبال اختر

شمارہ ۸

شرح چندہ
سالانہ ۱۵ روپے
ششماہی ۸ روپے
ممالکِ غیر ۳۰ روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

۸ر صفر ۱۳۹۵ ہجری   ۲۰ر تبلیغ ۱۳۵۴ ہش   ۲۰ر فروری ۱۹۷۵ء

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۷ر تبلیغ (فروری)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت سے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۱۱ر تبلیغ (فروری) کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمدللہ۔ احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت وسلامتی درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنا فضل شاملِ حال رکھے۔ آمین۔

قادیان ۱۸ر تبلیغ (فروری) محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حیدر آباد کے سفر سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے لائے۔ آمین۔ قادیان میں مقدس خاندان کے جملہ افراد بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں ثم الحمدللہ۔

● ـــــ الحاج حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل مع جملہ درویشان کرام بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمدللہ۔

قادیان ۱۸ر تبلیغ۔ آج اور کل ناصرات الاحمدیہ مقامی کا سالانہ اجتماع ہوا۔ آخر میں محترمہ بیگم صاحبہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مختلف مقابلوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی بچیوں میں انعامات تقسیم کئے۔

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

خُداتعالیٰ کی قدرت اور رحمت اور قربت کا ایک عظیم الشّان نشانِ آسمانی

اوائل ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی ترقی اور سربلندی کے لئے خداتعالیٰ کے حضور چالیس دن لگاتار خصوصی دعائیں کیں جن کے نتیجہ میں خداتعالیٰ نے حضورؑ کو عظیم الشان بشارات سے نوازا جن کا تفصیلی تذکرہ حضورؑ نے ایک اشتہار میں فرمایا جو اُنہی دنوں بتاریخ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کیا۔ منجملہ دیگر عظیم القدر بشارات کے حضورؑ کو غیر معمولی صفات کے حامل ایک فرزند ارجمند کے عطا کئے جانے کی بھی بشارت دی گئی جس کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت زمین کے کناروں تک پہنچنے کا وعدہ دیا گیا۔ اور اس وجُود سے قوموں کے برکت پانے کی خبر دی گئی۔ دُوسرے اشتہارات میں اس پسر موعود کو مصلح موعود کے صفاتی نام سے بھی پکارا گیا۔ چنانچہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں اس موعود بیٹے[1] مصلح موعود کی نسبت جو الہامی بشارات دی گئیں، اُن کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا :-

"خدائے رحیم وکریم نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لاویں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسُول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک[1] لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعد کے اشتہارات وتصریحات میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ اشتہار ۲۰ر فروری میں دو بیٹوں کے تولد کی پیشگوئی کی گئی ہے جس میں سے ایک بیٹا بعد از ولادت مہمان کی طرح چند روز زندہ رہ کر اللہ کو پیارا ہوجائے گا جبکہ دُوسرا بیٹا عمر پانے والا ہوگا۔ اور وہی ہے جو مصلح موعود کے صفاتی نام سے پکارا گیا ہے۔ اور اس کے بارہ میں بہت سی دیگر عظیم الشان بشارات دی گئی ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے صراحت فرمائی ہے کہ اس اشتہار میں یہ عبارت کہ "خوبصورت پاک لڑکا ..... جو آسمان سے آتا ہے" کم عمری میں فوت ہوجانے والے بیٹے کی طرف اشارہ کرتی ہے جبکہ مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے جو مذکورہ عبارت کے بعد بایں الفاظ شروع ہوتی ہے۔ "اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا ..... الآخر" اس لئے قارئین کرام کو پیشگوئی کی الہامی عبارت کا مطالعہ کرتے وقت اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ (ایڈیٹر بدر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر وپبلشر نے جے ہند پرنٹنگ پریس نہرو گارڈن روڈ جالندھر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۰ تبلیغ ۱۳۵۴ہش

ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی
پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

احمدیت کی تاریخ میں ۲۰ فروری ایک معروف دن ہے جبکہ آج سے ۸۹ سال قبل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے چالیس روز کی لگاتار خصوصی دُعاؤں کے بعد خدا تعالیٰ سے الہام پاکر ایک ایسے فرزند کے تولّد کی خوشخبری شائع کی جس کے ذریعہ دینِ اسلام کی ترقی و سربلندی اور اکنافِ عالم میں اس کی تبلیغ کا شاندار کارنامہ سرانجام پانے کا وعدہ دیا گیا۔ ایسی عظیم القدر بشارت پر مشتمل الہامی عبارت کا مکمل متن اسی پرچہ میں پہلے صفحہ پر شائع کیا گیا ہے۔ اس عبارت کو بغور مطالعہ کرنے سے اس پیشگوئی کی عظمت و اہمیت کا کافی حد تک اندازہ ہو سکتا ہے۔

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے جس اشتہار کے ذریعہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے خدائی خوشخبری بطور پیشگوئی شائع کی، اس سے ایک ماہ بعد شائع کردہ ایک اور اشتہار میں حضورؑ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ :-

"یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے۔ جس کو خدائے کریم جلّ شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دُعا کر کے ایک رُوح واپس منگوایا جاوے ...... جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و برکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دُعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

اس لئے ہماری آج کی گفتگو اسی نشانِ آسمانی کے متعلق ہے۔

انبیاء کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ان کے ہاں خدا تعالیٰ کی خاص بشارتوں کے ماتحت پیدا ہونے والی جس قدر اولاد ہوئی ہے اُن میں سے ہر ایک وجود ذاتی طور پر جہاں نیک و صالح ہوا ہے وہاں ایسے افراد کے ذریعہ دُنیا میں غیر معمولی واقعات کا ظہور وابستہ نظر آتا ہے۔ خود قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں بیان ہوئی ہیں۔ منجملہ دیگر مثالوں کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر ہی غور کیا جا سکتا ہے۔ آپؑ کو جو پیرانہ سالی میں یکے بعد دیگرے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کے پیدا ہونے کی بشارتیں دی گئیں تو بعد کی مسلّمہ تاریخ عالم اس بات پر شاہد ہے کہ کس طرح یہ دونوں بشیر بیٹے دو عظیم نسلوں کے باپ کہلائے اور دونوں کے ذریعہ دو الگ الگ رُوحانی مراکز کی بنیاد و تعمیر اور ترقی و سربلندی کا آغاز عمل میں آیا۔

اسی نوع کے تاریخی پسِ منظر میں فی زمانہ مسیحِ موعودؑ کے پسرِ موعود یعنی "مُصلح موعُود" کی پیدائش اور اس کے ذریعہ دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت کے جلیل القدر کارناموں کا آغاز وابستہ بتایا گیا ہے۔ مسیح کی آمدِ ثانی کے بارے میں مروی احادیث میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ جب مسیح موعود زمین پر نزول فرما ہوں گے تو فرمایا" :-

یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسٰی علیہ السلام)

یعنی اس وقت مسیح علیہ السلام شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ حدیث شریف کے ان مبارک الفاظ میں ایک طرف آنے والے مسیح کی نسبت خاص حالات میں شادی کرنے کی خبر دی گئی ہے تو دُوسری طرف اس کے صاحب اولاد ہونے کی بھی بشارت دی گئی ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بشارتِ نبویؐ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مسیح موعود کی اولاد نیک صالح ہونے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ اس سے دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت کے لیے کام لے گا جو امتیازی حیثیت رکھتے ہوں گے۔

خدا تعالیٰ کے کام بھی عجب معجزانہ ہوتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص حالات میں جب دوسری شادی کرنے کا حکم ہوتا ہے اس وقت حضورؑ کی عمر ۵۱ سال کی تھی اور یہ عُمر بڑھاپے کی عمر کہلاتی ہے ایسی عُمر میں آپؑ کے ہاں اولاد ہونے کی بشارت دی جاتی ہے۔ نہ صرف عمومی اولاد بلکہ ایک ایسا فرزند بھی عطا کئے جانے کی خبر دی گئی جو ایسی غیر معمولی صفات کا حامل ہوگا جس کی تفصیل الہامی عبارت سے ظاہر ہے اور جیسا کہ ظاہر ہے یہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کی گئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ سے دیگر اشارات پاکر حضورؑ نے بڑی تحدّی کے ساتھ یہ بھی شائع کر دیا کہ ان صفاتِ خاصّہ کے حامل جس پسرِ موعود کی پیدائش کی خبر اس اشتہار کے ذریعہ شائع کی گئی ہے وہ نو سال کے اندر اندر ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اب ۵۱ سال کی عمر میں نو سال مزید جمع کر لئے جائیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ ۶۰ سال کی عمر ہونے تک آپؑ کے ہاں یہ موعود بیٹا ضرور پیدا ہو جائے گا۔

اب اس قدر پیش خبری پر تنقیدی نگاہ ڈال کر دیکھیں تو اس سے پیشگوئی کی عظمت کھُل کر سامنے آ جاتی ہے۔ زیادہ تفصیلات میں نہ جاتے ہوئے اس عظیم القدر پیشگوئی کے تحت بہت سی ضمنی اور عظیم الشان پیشگوئیاں نکلتی ہیں جن کے متعلق بعد ہیں ظاہر ہونے والے واقعات نے ایک ایک کر کے روزِ روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھایا کہ سوائے خدائے عالم الغیب کے ایسی پیش از وقوع خبروں کا انکشاف کسی اور سے ممکن ہی نہیں۔ مثلاً قبل از وقت حتمی طور پر کون کہہ سکتا تھا کہ :-

(۱)۔ ۵۱ سال کی عمر کو پہنچا ہوا ایک شخص حتمی طور پر صاحب اولاد ہوگا۔

(۲)۔ اور اولاد میں بھی یقینی طور پر لڑکے کا تولّد

(۳)۔ اور یہ لڑکا بھی حتمی طور پر نو سالہ میعاد کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا۔

(۴)۔ پھر یہ بات بھی کم اہمیت کی حامل نہیں کہ مُلْہَم شخص جو پہلے ہی ۵۱ سال بڑھاپے کی عُمر کا ہے وہ یقینی طور پر مزید اس قدر عمر پائے گا کہ نو سال کی مزید میعاد جو پسرِ موعود کی پیدائش کے لئے مقرر کی گئی ہے اس وقت تک وہ حتمی طور پر زندہ رہے گا۔

(۵)۔ پھر اس پیشگوئی کے نتیجہ میں جو موعود لڑکا تولّد ہوگا وہ ذاتی حالات کے لحاظ سے ایسی غیر معمولی صفاتِ حسنہ کا حامل ہوگا جن پر پیشگوئی میں بالتفصیل روشنی موجود ہے۔

(۶)۔ پسرِ موعود کی جو صفاتِ خاصہ بیان کی گئی ہیں وہ ایک دُوسرے پہلو سے صرف اس کی ذات سے وابستہ نہیں بلکہ اُن کے ظہور پذیر ہونے کے لئے ایک طرف خاصی لمبی عمر پانا اور پھر ان جلیل القدر خوبیوں کا اس طور پر آشکارا ہونا ہے کہ ایک دُنیا اُن کا مشاہدہ کر لے۔ مثلاً یہی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس کے ذریعہ سے اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

اب آئیے! پیشگوئی سے مستنبط صرف انہی نکات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان حقائق کو ملاحظہ کیجئے جو آج ثابت شدہ تاریخ کا حصہ بن کر مسلّمہ حقیقت کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ حسب پیشگوئی و تصریحات مذکورہ :-

(۱) خدا کے فضل و کرم سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس وقت تک زندہ رہے جب تک کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو وہ موعود بیٹا عطا نہیں کر دیا۔ نہ صرف اس قدر مدت تک بلکہ اس کے بعد بھی کافی سال تک حضورؑ زندہ رہے۔

(۲) وہ جلیل القدر فرزندِ ارجمند بیان کردہ نو سالہ میعاد کے اندر ہی بتاریخ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء پیدا ہوا اور اسی روز حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ شائع بھی کر دیا۔

(۳) اور عجیب اتفاق کی بات یہ ہے کہ جس خصوصی اشتہار کے ذریعہ اس فرزندِ ارجمند کی پیدائش کی خبر اپنوں اور غیروں کی اطلاع کے لئے شائع کی گئی اسی اشتہار کے دوسرے حصہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے دس شرائطِ بیعت کی تفصیل بھی شائع ہوئی۔ یہ وہ شرائطِ بیعت ہیں جن پر کاربند ہونا ہر اس شخص پر لازم ہے جو جماعتِ احمدیہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس فرزندِ دلبند کی پیدائش کے ساتھ ہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے رکھ دی گئی۔ چنانچہ اسی سال یعنی ۱۸۸۹ء کے ماہ مارچ کی ۲۳ ویں تاریخ کو بمقام لدھیانہ پہلی بیعت ہوئی۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کا باضابطہ طریق پر آغاز ہوا۔ گویا پسرِ موعود کی پیدائش اور سلسلہ حقہ احمدیہ کا آغاز دونوں کا ایک ہی زمانہ میں ظہور حکمتِ الٰہیّہ سے خالی نہیں ہے۔ جس کی کسی قدر تفصیل آگے آتی ہے۔

(۴) حسب پیشگوئی یہ فرزند جلد جلد بڑھا' اس نے اپنی نوعمری ہی میں دینی معلومات میں اس قدر دسترس حاصل کر لی کہ ۱۷ سال کی عُمر میں ایک ماہوار رسالہ "تشحیذ الاذھان" جاری کیا۔ اور پھر بڑی ہی خوش اسلوبی سے اُسے چلایا۔ اس کے بلند پایہ تبلیغی مضامین آج بھی اس کی مجلدات میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

(۵) پھر پچیس ۲۵ سال کی عُمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور پُورے ۵۱ سال جماعت کی ایسی کامیاب قیادت کی کہ اپنے تو اپنے غیروں کو بھی اس کا کھلے رنگ میں اعتراف کرنا پڑا۔ اس جہت سے اگر ہم آپؓ کے تمام زمانۂ خلافت کے کارناموں پر نظر کریں تو یہ سب کارنامے آپ کے بارہ میں دی گئی الہامی بشارت کے حسبِ ذیل الفاظ کی گویا تفصیل تھے کہ

"تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"

۵۱ سالہ دورِ خلافت میں علوم و معارف کے جو دریا بہے اور قرآن کریم کی جو شاندار تفسیر ہوئی وہ ایک الگ باب ہے جس کے تفصیلی ذکر کی اس جگہ گنجائش نہیں۔

(آگے دیکھئے صلا پر)

خطبہ جمعہ

نجات اُس ابدی خوشحالی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اُس سے ذاتی تعلق کی بناء پر انسان کو حاصل ہوتی ہے

اسی نجات کا حسین تصور اسلام نے پیش کیا ہے اور اسکے حصول کے ذرائع بھی بیان کئے ہیں!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۷ر فتح ۱۳۵۳ ہش مطابق ۲۷ر دسمبر ۱۹۷۴ء بمقام جلسہ گاہ ربوہ

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

انسان کی طرف یوں تو ہزاروں بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیغمبر، نبی اور رسول آئے جنہوں نے اپنے اپنے وقت کے تقاضوں کو پورا کیا اور ملک ملک کے حالات کے مطابق وقت وقت کی روحانی استعداد کے مدنظر انسان کے لئے

خوشحالی کے سامان

پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ سب کچھ انبیاء پر ایمان کے بعد میسّر آیا۔ اور اب بعثت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد ایمان کا لفظ اس جگہ میں بطور اسم استعمال کر رہا ہوں بطور مصدر استعمال نہیں کر رہا ہوں مفردات امام راغبؒ میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں ایمان کا لفظ جب بطور اسم استعمال ہو تو اس کے معنے ہیں: وہ شریعت جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی گویا ایمان، شریعت محمدیہ کا دوسرا نام ہے۔ اس کامل اور مکمل اور ابدی شریعت کے بعد جو قیامت تک قائم رہنے والی ہے۔ نجات کا تعلق "ایمان" سے وابستہ ہے پہلی شریعتیں منسوخ ہو گئیں، کیونکہ اس کامل شریعت اور مکمل ہدایت کے بعد انسان کے لئے پہلی ہدایتوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب نجات ایمان سے شریعت محمدیہ سے وابستہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نجات کہتے کسے ہیں؟ جہاں تک پہلے مذاہب کا تعلق ہے، اُن کی شریعتیں محرف و مبدل ہو گئیں، انسانی ہاتھ نے ان میں ملاوٹ کر دی۔ اس لئے مذہب کے ہر پہلو پر اس تحریف کا اثر پڑا مثلاً ایک مذہب نے یہ کہا کہ نجات وابستہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے کفارہ پر ایمان لانے کے ساتھ حالانکہ وہ وحی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ اور وہ شریعت جس کے قیام کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے یعنی شریعت موسویہ اس میں تو کہیں بھی نجات کو مسیح علیہ السلام کی صلیب کے ساتھ وابستہ نہیں سمجھا گیا تھا لیکن چونکہ انسانی ہاتھ نے تبدیلیاں کر دیں اور غلط باتیں بیچ میں رلا دیں اس لئے اس

ملاوٹ اور تحریف کا نتیجہ

یہ بھی نکلا کہ نجات کو مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا لیکن نجات کے معنے ان کی نظر سے اوجھل ہیں اور نجات کی حقیقت سے انہیں آگاہی نہیں ہم نے عیسائی لٹریچر کا بڑا مطالعہ کیا ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ نجات ہے کس چیز کا نام مگر یہ صرف شریعت محمدیہ کا کمال ہے کہ نجات کی تعریف بھی ہمیں ایمان نے سکھائی نجات کے معنے بھی ہمیں شریعت محمدیہ نے سکھائے۔ اور نجات کے حصول کے ذرائع بھی ہمیں شریعت محمدیہ نے بتائے چنانچہ شریعت محمدیہ کی رو سے نجات کے معنے ہیں وہ خوشحالی جس کا تعلق ابدی مسرت سے ہوتا ہے۔ گویا نجات کے معنے انسان کی وہ خوشحالی اور وہ لذت اور وہ سرور ہے جو اس کی تمام قوتوں کی سیری کے بعد اسے حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کے مادی اور جسمانی حقوق قائم کئے ہیں وہاں اس نے انسان کے ذہنی اور علمی حقوق بھی قائم کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذہنی قوتیں عطا کیں اور اُن کی سیری کے سامان پیدا کئے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو

اخلاقی طاقتیں اور استعدادیں

عطا کیں۔ اور ان کی سیری اور کامل نشو و نما کے سامان پیدا کئے شریعت محمدیہ نے اس کی طرف بھی رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چوتھی قسم کی طاقتیں اور قوتیں دیں اور وہ روحانی طاقتیں اور قوتیں ہیں۔ روحانی طاقتوں اور قوتوں کی سیری اور کمال نشو و نما کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان پیدا کئے اور شریعت محمدیہ نے وہ راہیں بتائیں جن پر چل کر انسان دنیوی خوشحالی اور ابدی لذتیں اور سرور بھی حاصل کر سکتا ہے نہ صرف روحانی سرور بلکہ بقیہ طاقتوں سے تعلق رکھنے والی اور بقیہ استعدادوں سے وابستہ جو خوشحالیاں اور جائز لذتیں اور سرور ہیں اور جن کے متعلق خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ میرے بندے ان کو حاصل کریں ان کی طرف بھی اسلام نے رہنمائی کی اور ان کے حصول کے لئے وسیع سامان پیدا کئے یہ ایک لمبا مضمون ہے جس کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی ابدی خوشحالی کا تعلق

اللہ تعالیٰ کی معرفت

کے ساتھ ہے جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے یعنی اسے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس قسم کی ہستی ہے۔ اور وہ کن صفات کی مالک ہے۔ قرآن کریم نے صفات الٰہیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ صفت ربوبیت اس کی مخلوق کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے اور کس طرح اس کی وسیع رحمت ہر ایک چیز پر حاوی ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ہر حصہ کے حقوق کی تعیین کرتا اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور کس طرح اس نے انسان کے علاوہ اپنی مخلوق کو انسان کا خادم بنا رکھا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انسان پر نازل ہوتیں اور کس طرح ان رحمتوں کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے آشنا ہوتا ہے کس طرح اس معرفت کے بعد انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی عظمت کو دیکھ کر انسان کا دل لرزاں و ترساں ہو کر اللہ کی طرف جھکتا ہے اس خوف سے نہیں کہ وہ کوئی ڈراؤنی چیز ہے بلکہ اس خوف سے کہ اتنی عظمتوں والی ہستی اگر ناراض ہو گئی۔ تو انسان کا باقی کچھ نہیں رہے گا پس نجات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت سے وابستہ ہے اور یہی معرفت ہے جس کے نتیجہ میں محبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق

پیدا ہوتا ہے۔ اس زندہ تعلق کے نتیجہ میں انسان کو اس دنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی اتنی خوشیاں مل جاتی ہیں کہ اسے کسی اور چیز کی احتیاج باقی نہیں رہتی اور نہ کسی چیز کی کمی کا کوئی احساس باقی رہتا ہے۔

پس اسلام نے نجات کے حقیقی معنوں کو کھول کر بیان کیا۔ اور بتایا کہ انسان کو حقیقی خوشی اور خوشحالی ابدی لذتیں اور سرور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نتیجہ میں ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت کے نتیجہ میں خشیت اللہ اور محبت الٰہیہ پیدا ہوتی ہے محبت خود ایک بڑا سرور ہے۔ جو لوگ روحانی محبت کا تجربہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنا عظیم سرور ہے۔ اس کے مقابلہ میں مادی دنیا سے جو لذتیں تعلق رکھتی ہیں وہ کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ مثلاً پسندیدہ کھانا ہو جو کہ

لگی ہوئی ہو۔ انسان کی طاقتیں فعال ہونے کی وجہ سے مزید طاقتوں کا حصول چاہتی ہوں اور وہ شوق سے کھانا کھا رہا ہو، تو یہ بھی ایک لذت ہے۔ لیکن وہ لذت جو خدا تعالیٰ کے پیار سے انسان حاصل کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیوی کھانے پینے کی لذت کوئی چیز نہیں۔

غرض نجات اس خوشحالی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد

خشیت اللہ اور محبّتِ الٰہیہ

کے پیدا ہونے کے نتیجہ میں اور خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق کی بنا پر ہر انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ اسی خوشحالی اور رضائے الٰہی کو ہم جنّت کہتے ہیں قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انسان کے لئے اس دنیا میں بھی جنّت کے سامان پیدا کئے گئے ہیں۔ اور مرنے کے بعد بھی یعنی اس دنیا سے دوسری دنیا کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ اپنی رضا کی جنتوں میں انہیں داخل کرے گا یہی حقیقی نجات ہے۔ اب یہ بات کہ خدا تعالیٰ کا پیار انسان کو حاصل ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں ہر قسم کی خوشحالی کے سامان پیدا ہو جائیں یہ کسی اور کے مجاہدہ اور قربانی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی یہ خود انسان کے اپنے عمل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں انتہائی کوشش کرکے خدا کے سوا کسی اور کی طرف ذرہ بھر بھی میلان نہ رکھے دل میں غیر اللہ کے ہر نقش اور دوئی کو مٹا کر خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک سچا اور زندہ تعلق قائم کرے۔ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق کے نتیجہ میں جو خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی جنت کے سامان پیدا کر دیتی ہے اور اُخروی جنتوں کا بھی انسان کو وارث بنا دیتی ہے۔ یہ ہے وہ

حقیقی نجات اور اس کا حسین تصوّر

جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ یہی وہ نجات ہے جس کے حصول کے ذرائع اسلام نے بیان کئے ہیں اور یہی وہ نجات ہے جسکی حقانیت کی خدا تعالیٰ کے کروڑوں بندوں نے پچھلے چودہ سو سال میں گواہی دی اللہ تعالیٰ کے پیار کو انہوں نے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس شیریں آواز کو انہوں نے سُنا جس کے مقابلہ میں دنیا کی ہر آواز بھدی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حُسن کے جلوے دیکھے تو انسان کو معلوم ہُوا کہ حُسن کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اگر ہمیں اور کہیں خوبصورتی نظر آتی ہے۔ مثلاً گلاب کے پھول میں یا مثلاً برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں کی چوٹیوں کی طرف ہم دیکھتے ہیں تو وہاں خوبصورتی نظر آتی ہے۔ یہ ساری چیزیں تو ذیلی ہیں۔ یہ تو ایک ہلکا سا جلوہ ہے خدا تعالیٰ کی صفات کا۔ حسن کا اصل منبع اور سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے دنیا کی چیزیں جو ہماری خدمت میں لگی ہوئی ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں دنیا کی ساری مخلوقات انسان کی خدمت کر رہی ہیں۔ ان کا ہم پر احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل سے ایک طرف ان کو خادم بنایا۔ دوسری طرف ہمیں خدمت لینے کی طاقتیں عطا کیں اور تیسری طرف اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم اپنی

طاقتوں کا صحیح استعمال

کرکے خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات سے خدمت لے سکیں۔

پس نجات کا مدار ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت پر اس کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی خدا تعالیٰ کی معرفت کے سوا نجات کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی شریعت کی یہی ایک غرض ہے یوں تو ہر مذہب کی یہی غرض ہوتی رہی ہے لیکن جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں اسلام سے پہلے کے مذاہب اپنے وقت اور زمانہ میں خاص حلقہ میں اور انسانوں کی محدود بستیوں میں اس مقصد کو پورا کرتے رہے کیونکہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام زمانی اور مکانی لحاظ سے محدود ذمہ داریاں لے کر آتے تھے انسان نے بہت سے تدریجی منازل طے کرکے اپنی استعدادوں کو پھیلا دینی چاہئیے پس انسانوں کی استعدادوں کے مطابق نجات کے طلائق پیدا کئے گئے لیکن محمدی شریعت کے نزول کے بعد دنیا نے

"رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ"

کا نظارہ دیکھا۔ شریعت محمدیہ کے فیضان کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو گیا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا آپ سے پہلے کسی اور نبی کا یہ کام نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک چھوٹا سا اقتباس پڑھ کر سُناتا ہوں آپ فرماتے ہیں:۔

"مذہب کی اصل غرض اس سچے خدا کو پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے۔ جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے۔ اور اس کی مخلوق کی ہمدردی کرنا ہے۔ اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی شناخت بہت کم ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے زمین پر دن بدن گناہ کرنے کی دلیری بڑھتی جا رہی ہے۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو نہ اس کا قدر دل میں ہوتا ہے اور نہ اس کی محبت ہوتی ہے۔ اور نہ اس کا خوف ہوتا ہے۔ تمام اقسام خوف و محبّت اور قدردانی کے، شناخت کے بعد ہوتے ہیں۔

پس اس سے ظاہر ہے کہ آج کل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے۔ اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصّہ لیوے اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے۔ اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جسکو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں۔ اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو؟ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہہ رہا ہے۔ اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے"

(روحانی خزائن جلد ۲۰ لیکچر لاہور صفحہ ۱۴۸ و صفحہ ۱۴۹)

اللہ تعالیٰ فضل و رحمت سے ہم سب کو اس کامل معرفت سے حصہ کاملہ عطا فرمائے آمین ؛

اخبارِ قادیان

قادیان کی اہلیہ کو فضل از ولادت بلڈ پریشر شروع ہو گئی جس پر ۹ر فروری کو انہیں امرتسر لے جایا گیا جہاں فوری طور پر علاج شروع ہو گیا۔ اور دو دن بعد اللہ نے فضل کیا اور ۱۱ر فروری کو بچی پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ بچی کو والدین کے لئے قرۃ العین بنائے مکرم ذوالفقار صاحب نے مبلغ ۱۰/- روپے شکرانہ فنڈ میں دیئے

قادیان ۱۱ر فروری مکرم شیخ ذوالفقار احمد صاحب شاہجہانپوری مالک ٹی سٹال

•— ۱۵ر فروری مکرم بہادر خانصاحب درویش کے ہاں تیسرا لڑکا تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ صحت و سلامتی والی لمبی عمر دے

•— مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی درویش قادیان کو بتاریخ ۱۲ر فروری اچانک دونوں کندھوں کے درمیان گردن کے نیچے ریڑھ کی ہڈی میں درد کی شدید تکلیف ہو گئی جس کی وجہ سے بایاں ہاتھ سُن اور بے حس ہونے لگا۔ پہلے تو مقامی ڈاکٹروں سے علاج کرایا جاتا رہا مگر افاقہ نہ ہونے پر ۱۵ر فروری کو امرتسر لے جایا گیا۔ امرتسر کے ماہر ڈاکٹروں نے جو علاج تجویز کیا وہ قادیان میں جاری ہے۔ گذشتہ دو روز سے کسی قدر افاقہ ہے موصوف کو اس سے قبل ۱۹۷۳ء میں تکلیف ہو گئی تھی جو مناسب علاج کرانے سے رفع ہو گئی لیکن اس مرض کا دوسری بار حملہ ہوا ہے احباب اپنے درویش بھائی کی صحتِ کاملہ و عاجلہ کے لئے خصوصیت سے دُعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں کام کرنے والی لمبی عمر دے اور اپنے بچوں کے سروں پر تا دیر سلامت رکھے؛

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا مدراس میں ورودِ مسعود

اور مسجد احمدیہ کے سنگِ بنیاد کی تنصیب

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مبلغ انچارج مدراس

احبابِ جماعت احمدیہ مدراس اور مستورات کے لئے مورخہ ۲ فروری ۱۹۷۵ء کا دن ایک نہایت مبارک دن تھا۔ اس دن ہمارے درمیان خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چشم و چراغ اور خلیفۂ وقت کے برادرِ اصغر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان رونق افروز تھے۔ اور وہ بابرکت دن جماعت احمدیہ مدراس کی ایک دیرینہ خواہش اور ضرورت کی تکمیل کے آغاز کا دن تھا۔ اسی دن جماعت احمدیہ کے لئے مجوزہ مسجد احمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس دن ہر شخص ہشاش بشاش تھا کہ گویا ان کے لئے وہ دن عید سے کم نہیں تھا۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا استقبال

یکم فروری کی رات ۹½ بجے آنمحترم حیدرآباد سے بذریعہ طیارہ مدراس وارد ہوئے۔

کثیر تعداد میں احبابِ جماعت پھولوں کے ہار لے کر آپ کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر پہنچے ہوئے تھے۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے ہر ایک کو معانقہ اور مصافحہ کا شرف بخشا۔ اس کے بعد موٹر کاروں اور موٹر سائیکلوں کے ذریعہ بڑے وقار کے ساتھ احبابِ جماعت کی معیت میں آپ مکرم مولوی کمال الدین صاحب سکرٹری تبلیغ کے دولت کدے پر تشریف لے گئے جہاں آپ کی رہائش کے لئے انتظام کیا گیا تھا۔ رات کے گیارہ بجے تک آپ احبابِ جماعت کے درمیان رونق افروز رہے۔ اور مختلف امور کے بارے میں تبادلہ خیالات فرماتے رہے۔

خدمت اشاعتِ دین کے لئے اہم مشورے

دوسرے دن صبح ۱۰ بجے تا ۱۲½ بجے اراکین ممبرانِ مجلس عاملہ کے ساتھ آپ بعض ضروری اور اہم امور کے بارے میں تبادلہ خیالات فرماتے رہے۔ اس موقعہ پر خاص طور سے مدراس میں تعمیر ہونے والی مسجد احمدیہ۔ دار التبلیغ۔ اور مبلغ کی رہائش گاہ کے متعلق اہم مشورے فرماتے رہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے تامل ترجمہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ کی بعض اہم کتب کا تامل میں ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں اور اسی طرح یہاں سے شائع ہونے والے تامل رسالہ "راہِ امن" کی اشاعت کی وسعت کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی۔

سنگِ بنیاد کی تنصیب

جماعت احمدیہ مدراس کی یہ دیرینہ خواہش اور ضرورت تھی کہ یہاں جماعت کے لئے مستقل دار التبلیغ اور مسجد کی عمارت ہو۔ اس اہم کام کے لئے شہر کے ایک موزوں اور بارونق مقام میں زمین خرید لی گئی تھی۔

سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب ٹھیک چار بجے عمل میں آئی۔ سب سے پہلے محترم صاحبزادہ صاحب نے دعاؤں کے ساتھ تین اینٹیں نصب فرمائیں اس کے بعد خاکسار نے اور بعد میں تمام ممبرانِ مجلس عاملہ نے بعض بزرگوں نے دعاؤں کے ساتھ ایک ایک اینٹ نصب کی۔ اس کے بعد محترم حضرت میاں صاحب نے ایک بہت ہی طویل اور رقت آمیز اجتماعی دعا فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی تعمیر کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کے تمام افراد تشریف لائے ہوئے تھے۔

تربیتی اجلاس

اس کے بعد مکرم مولوی کمال الدین صاحب کے مکان کے باہر وسیع گراؤنڈ میں ایک تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ گاہ ٹیوب لائٹوں اور رنگ برنگے قمقموں سے مزین کی گئی تھی۔ نشست کے لئے کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ جلسہ شروع ہونے سے قبل تمام حاضرین کی چائے اور لوازمات سے تواضع کی گئی۔

اس کے بعد ۶½ بجے محترم حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیرِ صدارت مکرم شاہ عبد الحمید صاحب کی تلاوتِ قرآن مجید سے جلسہ کا آغاز ہوا۔

سب سے پہلے مکرم محی الدین علی صاحب صدر جماعت احمدیہ مدراس نے استقبالیہ تقریر کی۔ جس میں آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری پر ساری جماعت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ ہماری یہ دیرینہ خواہش اور آرزو تھی کہ مدراس میں جماعت احمدیہ کی اپنی ایک مسجد اور دار التبلیغ تعمیر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آج اس کے لئے سامان پیدا فرمایا ہے۔ اور ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں کہ اس مسجد کے سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے ہماری درخواست کو قبول کرتے ہوئے یہاں تشریف فرما ہوئے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر

محترم حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں متقیوں کی بعض علامات خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یومنون بالغیب۔ امرِ غیبیہ پر ایمان لانا ہے۔ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ ایمان بالغیب کا دور ہے یعنی ہم میں سے ہر ایک کو جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل کے بارے میں اور جماعت احمدیہ کے غلبہ کے متعلق کامل ایمان اور یقین ہے۔ اسی بناء پر اور یقین کامل پر آج احمدی ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ مگر اس وقت بعض طاغوتی طاقتیں احمدیوں کے ایمان بالغیب کو متزلزل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں جانی و مالی نقصان پہنچا کر اور اقتصادی لحاظ سے کمزور کر کے تباہ کرنے کی کوشش ہیں۔ اور یہ کوششیں جماعت احمدیہ کے قیام سے لے کر آج تک جاری ہیں۔ پچھلے دنوں جماعت احمدیہ کے خلاف جو زبردست ہنگامہ کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جماعت احمدیہ اپنے مستقبل سے مایوس ہو جائے۔ مگر احبابِ جماعت کے شاندار صبر و استقلال نے ثابت کر دیا کہ جماعت کا مستقبل نہایت درجہ تابناک ہے۔ اور ہمارے اس یقینِ پیہم کو کوئی بھی متزلزل نہیں کر سکتا۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے مختلف تربیتی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ایک ترقی کرنے والی جماعت کے افراد کے اندر اخلاص۔ قربانی۔ نظام جماعت کی پابندی اور اپنے جذبات پر کنٹرول کرنے کی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ جب یہ صفات جماعت میں سے زیادہ سے زیادہ افراد میں پائی جائیں تو وہ جماعت ترقی کی طرف بڑھنے لگ جاتی ہے جماعت احمدیہ کو ظاہری طور پر دو طریقوں سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ایک نسل کی کثرت کے ذریعہ اور دوسرے تبلیغ کے ذریعہ جس جماعت کی تبلیغ کے ذریعہ ترقی نہ ہو وہ خطرے سے باہر نہیں سمجھی جا سکتی — اور ایسی جماعت کو اپنی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ مدراس میں تبلیغ کے ذریعہ بھی احباب جماعت میں داخل ہوتے ہیں میں اس دفعہ کئی نئے مخلص چہروں کو دیکھ رہا ہوں۔ میں [illegible] یہاں آیا تھا۔ اس کی نسبت [illegible] کی تعداد ماشاء اللہ چار گنا بڑھ گئی ہے۔ یہ دوست جو ہمارے سلسلہ میں نئے نئے داخل ہو رہے ہیں وہ کسی لالچ یا خود غرضی یا پیسہ کی خاطر نہیں آ رہے ہیں بلکہ ہمارے نیک و پاک نمونوں کو اور ہماری اسلامی زندگی کو دیکھ کر آ رہے ہیں۔ اگر ہمارا نمونہ نیک اور اسلامی نہ ہو تو جس طرح یہ لوگ آ رہے ہیں۔ اسی طرح جا بھی سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ اپنے خدا داد مقام کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع مقام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کے روحانی فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ آپؐ کے ساتھ منسلک ہونے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ہمیں جاہلیت کی موت سے محفوظ رکھا ہے۔

محترم موصوف نے اپنی ایمان افروز اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی تقریر میں اس بات کو بار بار دہرایا کہ جماعت احمدیہ کا مستقبل نہایت شاندار ہے۔ اور یومنون بالغیب کے مطابق اس پر مکمل یقین اور ایمان کی ضرورت ہے۔ نیک مقاصد کے آگے مخالفتوں کا آنا ضروری ہے۔ ان معمولی مخالفتوں کو دیکھ کر ہمارا جو عظیم مقصد ہے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

محترم حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ تقریر نہایت توجہ اور انہماک سے سنی گئی۔ اس تقریر کا خاکسار نے تامل زبان میں ترجمہ سنایا۔ اس کے بعد آپ نے طویل اور پُرسوز اجتماعی دعا کروائی۔ اس اجتماع میں تمام احبابِ جماعت کے علاوہ جماعت کی مستورات اور بچگان نے بھی شرکت کی۔

تقریب کے بعد مجلسِ عاملہ اور مجالس انصار اللہ و خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ نے محترم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ علیحدہ علیحدہ تصویریں کھچوائیں۔

اس کے دوسرے دن محترم صاحبزادہ صاحب مدراس کے مختلف علاقوں میں احمدیوں کی دوکانوں میں تشریف لے گئے اور برکت کی دعا فرمائی۔ اور ایک دوست کے کاروبار کا افتتاح فرمایا۔ اس طرح دو روز کی مصروفیات کے بعد بعد دوپہر سوا دو بجے کے طیارہ سے حیدرآباد کے لئے واپس تشریف لے گئے۔ احبابِ جماعت نے اپنے قابلِ قدر محبوب مہمان کو غیر معمولی الفت و محبت کے ساتھ الوداع کہی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قیمتی وجود کا سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو اور طویل عمر کے ساتھ زیادہ سے زیادہ خدماتِ دین کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا یہاں آنا ہر طرح باعثِ برکت و رحمت بنائے آمین۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز پیشگوئیاں

از مکرم سید رشید احمد صاحب سونگھڑی

حدیثِ نبویؐ کی رُو سے یہ بات ثابت ہے کہ آنے والے "مسیح" جب اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوں گے تو وہ شادی بھی کریں گے اور پھر ان کے ہاں مبشّر اولاد بھی ہوگی۔ جو خدمت و اشاعتِ دین کے لئے نمایاں حصّہ لینے والی ہوگی۔ چنانچہ الفاظ نبویؐ "یتزوج ویولد لہ" میں اسی طرف اشارہ تھا مسیح موعودؑ کی اولاد دنیائے اسلام میں ایک آیت الٰہی ہوگی۔ اس مبشر اولاد کی پیدائش سے ۱۳۰۰ سال قبل کی اخبارِ نبوی کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً مصلح موعود کی پیدائش کے بارہ میں نوسالہ میعاد کے اندر اندر تولد کی خبر دی۔ اور پھر حضور نے اس کی اشاعت بھی فرما دی ـــ چنانچہ وعدہ الٰہی کے موافق اس موعود بیٹے کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ یہ بچہ جس کا نام مرزا بشیر الدین محمود احمد ہوا۔ حسب بشارت الٰہی جلد جلد بڑھا۔ یعنی گو جسمانی اعتبار سے تو اسی طرح بڑھا جس طرح دوسرے عام بچے بڑھتے ہیں لیکن روحانی استعدادوں کے لحاظ سے اس کی نشو و نما میں جلد جلد بڑھنے کی بات دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ نمایاں طور پر پائی گئی۔ چنانچہ بچپن سے اس کے اندر ایک روحانی چمک تھی۔ بڑے ہوکر یہ سب باتیں نمایاں ہوگئیں۔ بایں ہمہ اس نے امام مہدیؑ کے زیر سایہ ۱۹ سال اور خلافت اولیٰ کے سایہ میں چھ سال مطیع کی حیثیت سے گزارے اور بقیہ عمر مطاع کی حیثیت سے اپنے عقیدتمندوں کو اپنی خلافتِ حقّہ کے سایہ میں رکھا۔ اور حلفیہ اعلان اپنے متعلق یہ کیا کہ :ـــ

"میں اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی ہے کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔" (الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۶ء)

اور یہی مبارک وجود ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور المصلح الموعودؓ کے القاب سے جماعتِ احمدیہ میں معروف ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچی۔

اور ساتھ ہی آپ کا نام کتبِ الٰہیہ اور عالم میں مشہور ہوا آپؓ نے اپنے خدا داد علم و القاء کی بناء پر چند پیش خبریاں (پیشگوئیوں کے رنگ میں) فرمائی ہیں۔ جن میں سے بعض اہم پیشگوئیاں درج ذیل ہیں ـــ

(۱)

۱۹۰۹ء میں آپؓ فرماتے ہیں :ـــ

"مجھے خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا۔ اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔" (مکتوب ۲۶ ستمبر ۱۹۰۹ء۔ الفضل ۸ اپریل ۱۹۱۵ء)

کوئی مانے یا نہ مانے یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور وہ "دین کا ناصر" اللہ تعالےٰ کے فضل سے مصلح موعود کے ہی صلب سے پیدا ہوکر آج بطور اسلام کا قائد بحیثیت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ہم میں جلوہ افروز ہے۔ الحمد للہ رب العالمین

(۲)

حضور رضی اللہ عنہ نے ۱۹۱۵ء کے جلسہ سالانہ میں فرمایا کہ :ـــ

"ہماری جماعت کی ترقی کا زمانہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت قریب آگیا ہے۔ اور وہ دن دُور نہیں جبکہ افواج در افواج لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ مختلف ملکوں سے جماعتوں کی جماعتیں داخل ہوں گے۔ اور وہ زمانہ آتا ہے کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر احمدی ہوں گے۔" (انوارِ خلافت صفحہ ۱۱)

اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ کئی گاؤں اور کئی شہر خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں سے پُر ہیں۔ اور بھی مزید ترقی کی امید ہے۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْب۔

(۳)

ایک عظیم الشان پیشگوئی آپؓ نے یہ فرمائی :

"دیکھو میں آدمی ہوں اور جو میرے بعد ہوگا وہ بھی آدمی ہی ہوگا۔ جس کے زمانہ میں فتوحات ہوں گی۔"

نیز یہ بھی فرمایا کہ :ـــ

"وہ اکیلا سب کو نہیں سکھا سکے گا۔ تم ہی لوگ ان کے معلّم بنوگے۔ پس اس وقت تم خود سیکھو تا ان کو سکھا سکو۔ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ دنیا کے لئے پروفیسر بنا دئیے جاؤ گے۔" (انوارِ خلافت صفحہ ۱۱۶)

اس پیشگوئی کے مطابق آپ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد وہ موعود ظاہر ہو گیا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اور اس وقت ہم میں موجود ہے۔ اور جوق در جوق لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور انہیں "وسّع مکانک" کے الہامات بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت مصلح موعودؓ پر ہزار ہزار برکتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

(۴)

۱۹۴۴ء میں آپ نے فرمایا

"میں نہیں کہتا کہ میں ہی موعود ہوں اور کوئی موعود قیامت تک نہیں آئے گا مسیح موعود کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسے موعود بھی ہوں گے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوں گے بلکہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور میں پھر کسی شرک کے زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آؤں گا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میری جیسی طاقتیں رکھتا ہوگا نازل ہوگی۔ اور وہ میرے نقشِ قدم پر چل کر دُنیا کی اصلاح کرے گا۔" (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۶ء)

حسب تصریح اگرچہ ہم آئندہ زمانہ میں ایسے وجود کے پیدا ہونے کے منکر نہیں۔ تاہم یہ پیش خبری ایک پہلو سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وجود سے بھی روزِ روشن کی طرح پوری ہوتی ہے۔ بالخصوص جب کہ موجودہ مخالفانہ حالات میں جماعت کی شاندار قیادت کو پیش نظر رکھا جائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کی طرح اس وقت بھی جماعت کو مخالفین کے خطرناک فتنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تب آپ نے بھی اُسی طرح پر جماعت کی شاندار قیادت کی۔ جس طرح حضرت مصلح موعودؓ نے ایسے ہی حالات میں قیادت فرمائی تھی اسی طرح خدا تعالیٰ کے انوار و برکات سے احباب جماعت کو مستفیض کرنے اور جماعت کی ترقی کیلئے کامیاب تحریکات جاری کرنے وغیرہ میں مماثلت پائی جاتی ہے، اس لحاظ سے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کا یہ مصرعہ نہایت درجہ برحق ہے جو خلافت ثالثہ کو خلافتِ ثانیہ کے مماثلت دیتے ہوئے فرمایا کہ " زمانہ ہے زمانہ محمود کا "

(۵)

۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایک استفسار پر فرمایا :ـــ

"پہلے پہل جب یہ حوالہ (الوصیت صفحہ ۷ ناقل) جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے میرے سامنے آتا تو یہی سمجھتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی آپ کے بعد آنے والے کسی مامور کی نسبت ہے کیونکہ میں یہی سمجھتا تھا کہ جو بعد میں آنے والا ہوگا اس کے لئے بھی کوئی پیشگوئی ہونی چاہئیے۔ چنانچہ اسی لئے میں اس پیشگوئی کو آپ کے بعد آنے والے کسی مامور پر چسپاں کیا کرتا تھا۔ مگر بعد میں جب میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آئندہ آنے والے مامور کے بارے میں اور بھی بہت سی پیشگوئیاں آپ کی وحی میں موجود ہیں۔ اور چونکہ یہ پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں جو پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں ان کے ساتھ ملتی جلتی ہے اور جو الفاظ ان پیشگوئیوں میں استعمال ہوئے ہیں قریباً اسی مفہوم کے الفاظ اس کے اندر موجود ہیں۔ اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ اس حوالہ کو اب کسی مامور پر چسپاں کرنے کی کوئی ضرورت ہو کیونکہ حضرت مسیح موعود کی بہت سی پیشگوئیاں اس مامور کے حق میں موجود ہیں۔" (الفضل ۱۸ فروری ۱۹۶۱ء)

گو کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ بہرحال اسی وضاحت سے اس پیشگوئی میں حضرت المصلح الموعودؓ کا بھی دخل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۶)

۱۹۵۰ء میں حضورؓ نے فرمایا :ـــ

"خدا تعالےٰ کا ہاتھ لوگوں کو معجزہ دکھاتا چلا جائے گا۔ اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اور زبردست سے زبردست بادشاہ اس سکیم اور مقصد کے راستہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ جس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی اینٹ بنایا اور مجھے اس نے دوسری اینٹ بنایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ دین جب خطرہ میں ہوگا تو اللہ تعالےٰ اس کی حفاظت کے لئے اہل فارس میں سے کچھ افراد کھڑا کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد میں ہوں۔ لیکن "رجال" کے ماتحت ممکن ہے کہ اہل فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو دین اسلام کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑے ہوں۔" (الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے :ـــ

"یہ تو وہ بنیادی اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔ (باقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ ہو)

صوبہ سرحد پاکستان میں

۹ جون ۱۹۷۴ء کو ٹوپی اور خوشحال آباد میں احمدیوں پر کیا بیتی؟

حد درجہ ظلم وستم پر نہایت درجہ صبر واستقلال کی سچی سرگزشت

ہفت روزہ "لاہور" میں محترم کرم صوبیدار عبدالغفور صاحب کے اپنے قلم سے اُن خونچکاں حالات کا تذکرہ بعنوان "شامل ہے لہو اپنا بھی تزئین چمن میں" شائع ہوا ہے، جو پاکستان میں حالیہ اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے موقعہ پر خود آں برادران کے خاندان پر بیتے ــــ مضمون سے قبل جو ادارہ لاہور کی طرف سے مختصر نوٹ شائع ہوا ہے۔ وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔

(ایڈیٹر بدر)

زندگی کسے عزیز نہیں۔ جان کسے پیاری نہیں۔ سکون واطمینان اور آرام وآسائش کی بسر اوقات کسے مطلوب نہیں۔ لیکن تاریخ اسلام میں ایسے سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات موجود ہیں۔ جب شمع دین محمدؐ کے پروانے ان تمام چیزوں پر لات مارتے ہوئے، فکر ونظر اور ایمان و ایقان کی دشوار گزار رہگزاروں کو مردانہ وار پھلانگ گئے۔ علمائے ظاہر نے اپنی بعض سیاسی اُمنگوں کی تکمیل کے لئے پچھلے دنوں پنجاب، سرحد اور سندھ میں خداتعالیٰ اور رسول اکرمؐ کے نام پر جو فساد انگیزیاں اور معرکہ آرائیاں کیں۔ اور انہی ایام میں ۹ جون ۱۹۷۴ء کو ٹوپی اور خوشحال آباد کے احمدیوں کو جن آزمائشوں میں سے گزرنا پڑا۔ مکرم ومحترم صوبیدار عبدالغفور صاحب نے انہیں اپنے خون سے رقم کیا ہے۔ راہ گیر نے اسی رُوئیداد الم کو پڑھا تو پڑھنے کے بعد کئی دنوں تک اپنے ذہنی سکون کو قابو میں نہ لاسکا۔ لیکن میں اب اس کرب انگیز کیفیات سے آپ کو دو چار نہیں کروں گا۔ اس لئے میں نے اس مسافت جانگزا کے تمام وہ موڑ کاٹ دیئے ہیں۔ جہاں سے جذبات، محسوسات اور ماضی وستقبل کے تقابلی تصورات کی پگڈنڈیاں پھوٹتی ہیں۔ اب صرف اتنی بات رہ گئی ہے کہ عشق آتش نمرود میں کیونکر بے خطر کودا اور سُرخرو نکلا ــــ سوچتا ہوں۔ جب مسیح محمدیؐ کو ماننے والوں کی تیسری نسل کے ایثار واستقلال کا یہ حال ہے تو اس غلام کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے اس مجسمہ انوار اور اس کے دین متین پر اپنی زندگیاں کس مسرت وخلوص سے نچھاور کرتے ہوں گے ــــ لاریب یہ محض اللہ کا فضل ہے جسے وہ اس کا اہل سمجھے!

(راہ گیر)

"ــــ میں کوئی عالم فاضل اور زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ لیکن آپ کے حکم کو بھی ٹال نہیں سکتا گو ابھی زخم تازہ ہیں اور ان کو چھیڑنا بھی مفید نہیں ــ کہ بات بات پر لَو دینے لگتے ہیں ــــ صوبہ سرحد میں جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک ختم نبوت کے اوّل اوّل محرک حزب اختلاف کے بعض گروہ اور مفسدہ المزاج مولویوں کے کچھ ٹولے تھے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد حکومتی پارٹی بھی اپنے عوام سے کئے گئے وعدوں کو پورا نہ کرسکنے کی خفت کو مٹانے اور ان کی توجہات کو ان مسائل سے پھیرنے کے لئے ان کاروائیوں میں شامل ہوگئی۔ چنانچہ جب یہ آگ بھڑکی۔ تو پولیس اور دیگر حکام وقت نے بڑی بے دردی سے آگ اور خون کی اس ہولی کا نظارہ محض تماشائی بن کر کیا۔ ٹھیک ہے سارے کے سارے حکام ایک سے نہ تھے۔ بعض نے ان خونی نظاروں کو برستی آنکھوں سے بھی دیکھا اور ایسے ایسے جگر گداز تبصرے بھی کئے۔ جو کسی موزوں وقت ہی پر منظر عام پر لائے جاسکیں گے۔

عجیب بات ہے کہ کیا سرکاری اخبارات اور کیا اپوزیشن کے اخبارات سب کے سب اس سازش میں برابر کے شریک تھے۔ شاید اس لئے کہ تمام بہتر کے بہتر فرقوں کو اکٹھا اور یکجا کر کے اللہ تعالیٰ اس بات کو روز روشن کی طرح واضح کرنا چاہتا تھا کہ خدائے یگانہ کا منتخبہ تہتر واں فرقہ کونسا ہے۔ تاکہ دنیا دیکھ لے کہ وہ اپنے رب کے دین۔ اس کی خوشنودی اور تقدس پر کس طرح اپنی جانیں نچھاور کرتا ہے۔

کئی ماہ تک یہ سب اخبارات یہ ساری کی ساری قومی صحافت محض جھوٹ۔ اتہام اور اشتعال چھاپتی پھیلاتی رہی۔ یکم جون ہی سے [illegible] کے مکانوں پر نشان لگنے شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ بعض افسروں نے اپنے احمدی ماتحتوں کے گھروں کی نشاندہی کی۔ بلکہ اس کے پہلو بہ پہلو انہیں جھوٹی تسلی بھی دی کہ فکر نہ کرو۔ اور جب وہ اپنے افسر کی تسلی پر مطمئن ہوگئے تو "گھیراؤ جلاؤ" والے جلوس آگئے سارا سامان نکال نکال کر انہیں آگ لگائی جانے لگی۔ تو وہ مکار افسر کھڑے تماشا دیکھتے اور مسکراتے رہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کہا بھی تو یہ کہ "مسلمان ہوجاؤ" سب کچھ بچ جائے گا" ــــ یعنی شرفاء کو لوٹنے اور جلانے والے مسلمان بن جاؤ۔ ایک افسر نے تو اپنے احمدی ماتحتوں کو یہاں تک کہا تھا کہ فسادی میری لاش پر سے گزر کر تم تک پہنچیں گے حالانکہ اُسی رات اس کے کالج کے لڑکوں نے اس کے ماتحتوں کے گھروں سے (یعنی سرکاری اقامت گاہوں سے) سامان نکال نکال کر نذر آتش کیا۔ پولیس صرف اتنی خبرگیری کرتی تھی کہ کسی سرکاری کوٹھی یا کوارٹر کی عمارت کو نقصان نہ پہنچے ــــ مگر کیا مجال جو ان تمام خونی حرکات کے متعلق اخبارات نے ایک سطر بھی شائع کی ہو۔ لیکن اس کے باوجود ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور دوسرے سے تیسرے گاؤں تک بات آگے سے آگے پہنچتی چلی گئی کہ احمدیوں کو لوٹنے اور جلانے مارنے کی مہم شروع ہوچکی ہے۔

جس میں ان قاتلوں اور لٹیروں کی پولیس مدد کرتی ہے اور مجسٹریٹ صاحبان اُن کی اس "خونی ہولی" کے خاکے تیار کرتے ہیں بلکہ اب تو قتل عام کے یہ پروگرام عام جلسوں میں بھی علی الاعلان زیر بحث آنے لگے تھے۔

ٹوپی پر حملہ کا منصوبہ

۳ جون ۱۹۷۴ء کو پہلی دفعہ یہ اطلاع پہنچی کہ ٹوپی پر ایک بہت بڑا حملہ ہوگا۔ جس کے لئے سرکاری وغیر سرکاری تیاریاں زور وشور سے ہورہی ہیں۔ پہلے اس حملہ کے لئے ۶/۹ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ یہ اطلاع ہمیں اسسٹنٹ سب انسپکٹر ٹوپی نے دی تھی۔ میں بھی اس وقت صاحبزادہ عبدالحمید کی جگہ پر موجود تھا۔ چنانچہ مجھے بھی بتایا گیا کہ (شکریہ) خوشحال آباد واقع ــــ موضع پنی (جو تقریباً ٹوپی سے ۱½ میل کے فاصلہ پر ہے) پر بھی حملہ ہوگا۔ یہاں ۱۹۴۷ء میں میرے والد صوبیدار خوشحال خاں کو احمدیت ہی کی وجہ سے شہید کردیا گیا تھا۔ اب ہم چار بھائیوں نے اور دیگر رشتہ داروں نے آبادی کر کے اس کا نام خوشحال آباد رکھا ہے۔ اطلاع دینے والے اے۔ ایس۔ آئی نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایس۔ پی اور ڈی۔ ایس۔ پی صاحبان کو بھی مطلع کردیا ہے چنداں فکر کی بات نہیں۔ اس کے باوجود صاحبزادہ صاحب نے اپنی طرف سے بھی ڈی۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ پی اور اے۔ سی کو اطلاع دے دی۔ انہوں نے بھی جواباً ہر قسم کا اطمینان دلایا۔ اور پھر اسی تاریخ کو بارڈر پولیس کا ایک سیکشن بھی ہمارے پاس بھیج دیا گیا۔ اور باقی پولیس ٹوپی میں صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیج دی گئی۔ ۶ جون کا جلسہ علماء کے خیال میں ناکام رہا۔ مقامی لوگوں نے کسی قسم کی لوٹ مار کرنے کی حامی نہ بھری نئے جلسہ کے لئے ۶/۹ کا دن مقرر ہوا۔ جس کے لئے ۱۴۰ دیہات سے مسلح غنڈے اکٹھے کئے گئے۔ اور کالجوں کے طلباء باہر سے لائے گئے جو صبح ہی سے گلیوں کوچوں میں دندنانے لگے تھے۔ ہمیں گورنر۔ چیف سکریٹری۔ ڈی۔ سی۔ اے۔ سی۔ ایس۔ پی سب نے اطمینان دلایا تھا کہ ہم نے ہر بند وبست کر رکھا ہے آپ مطمئن رہیں۔ مگر یہ سب کچھ لفظی تھا۔ اوباشوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی تھی۔ درندہ صفت مولوی لاؤڈ سپیکروں سے "لوٹ لو" ــــ "مار دو" ــــ "آگ لگا دو" کے احکام علی الاعلان نشر کر رہے تھے۔ حکام بالا نے یہ بھی غلط کہا تھا کہ سب سے اسلحہ لے لیا گیا ہے۔ یہ سب لوگ ہماری آنکھوں کے سامنے مسلح پھر رہے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کی ہدایت پر ہم سرکاری اطمینان دہی کے باوجود اپنی اپنی جگہ چوکس تھے۔ اشتعال انگیز جلسے کے بعد جلوس نکلا حالانکہ حکام کا کہنا تھا کہ صرف جلسہ ہوگا۔ اور پھر اچانک ٹھیک ۱ بجے ٹوپی میں آگ کے شعلے بلند ہوتے دکھائی دیئے۔ ساتھ ہی خوفناک فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں اسی اثناء میں ٹوپی کے ایک قاصد نے آکر بتایا کہ جلسہ کے دوران ہی میں کرنل نوشاد موضع کوٹھہ کے بیٹے نے جلوس نکالنے کا اعلان کردیا تھا اور یہ بھی کہ آج ہم اس علاقہ کو احمدیوں سے صاف کر کے ہی دم لیں گے۔ اس کے ساتھ ہی سارا مجمع اُٹھ کر صاحبزادہ صاحبان کے گھروں کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس طرح کہ آگے آگے پولیس تھی۔ پھر کالج کے طلبہ تھے کچھ پولیس والے صاحبزادہ صاحب کے مکانوں اور مسجد کے پاس کھڑے تھے۔ ان کی نگرانی میں بیچے مکانوں کے تالے توڑ کر انہیں لوٹتے جاتے اور لوٹ کر آگ لگا دیتے تھے۔

جامع مسجد بھی

جن دو کانوں کے مالک جماعت اسلامی۔ جمعیۃ العلماء یا نیپ کے ممبر تھے۔ ان کا صرف سامان لوٹا اور جلایا جاتا تھا۔ باقیوں کو لوٹنے کے بعد آگ دکھادی جاتی تھی۔ اس آگ اور خون کی ہولی کا نظارہ کرنے والوں میں پولیس۔ اے سی اور مجسٹریٹ بھی تھے۔ دکانوں کو جلانے کے بعد جلوس ٹوپی کی اس عظیم جامع مسجد کی طرف آیا۔ جو مرحوم صاحبزادہ نواب عبدالقیوم خاں آف ٹوپی نے تعمیر کرائی تھی۔ اور جس میں احمدی اور غیر احمدی سالہا سال سے الگ الگ باجماعت

نمازیں پڑھتے تھے۔ ان سب کے قرآن کریم احادیث اور کتب مسجد میں موجود تھیں۔ ہجوم ہلّہ بول کر مسجد میں داخل ہوگیا اور آگ لگادی۔ اور سب کچھ جل کر خاکستر ہوگیا۔ صرف ایک پولیس افسر نے از خود پستول کی ایک گولی چلائی جس سے ایک شخص زخمی ہوا۔ اس کے بعد ان لٹیرے اور غنڈے کو نہ روکا گیا — فاسد کی زبانی یہ آنکھوں دیکھا حال سُن کر ہماری پریشانی کا بڑھ جانا یقینی تھا۔ ہمارے تمام خدشات صحیح نکلے تھے۔ ہمارے پاس جو پولیس تھی۔ اس کا انچارج لوٹی گیا اور آکر بتایا کہ لوٹی میں بہت احمدی مارے گئے ہیں۔ کچھ سُنّی اور پولیس والے بھی مارے گئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے تسلّی دی کہ آپ فکر نہ کریں۔ بارڈر پولیس اور تمام افسران پہنچ گئے ہیں۔ اب معاملہ قابو میں ہے۔ اس کے اطمینان دلانے پر میں اپنے گھروں کے قیمتی سامان کو ادھر اُدھر کر دینے کے معاملہ میں بھی بے نیاز ہوگیا۔ لوٹی کے گھروں سے اُٹھتی ہوئی آگ کے شعلے ہمیں دکھائی دے رہے تھے۔ فائرنگ کی آوازیں ہمارے کان سُن رہے تھے — لوٹی سے جو شخص بھی آتا وہ بتاتا کہ لوٹی کے تمام احمدی مار دیئے گئے ہیں اور اُن کے گھروں کو جلا دیا گیا ہے۔ مگر پولیس والے کہتے کہ نہیں۔ یہ سب بکواس ہے۔ پولیس برابر غنڈوں سے لڑ رہی ہے۔

لوٹی کے بعد

تقریباً ½ ۱۲ بجے اُس قبرستان پر جو ہمارے اور لوٹی کے درمیان حائل ہے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں نظر آنے لگیں۔ پھر اُن کی حرکت تیز ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ہمارا متشوّش ہونا لازمی تھا مگر پولیس والوں نے کہا۔ ہمیں کھانا کھلا دو۔ چنانچہ ان کی مہمان نوازی کی گئی۔ کھانے کے بعد تھانیدار صاحب اور ایک ہیڈ کانسٹیبل ان ٹولیوں کی طرف گئے اور آکر بتایا کہ بلوائیوں کا زور بڑھ گیا ہے۔ ہم اس ہجوم کا مقابلہ نہ کر سکیں گے پھر ہمیں گولی چلانے کا بھی حکم نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنے آدمیوں کو پیچھے لے جاتا ہوں۔ ظاہر تھا۔ صاحبزادہ صاحب کے مقابلہ میں ہم غریب لوگ تھے۔ جب اُن سے کوئی ہمدردی نہیں کی گئی۔ تو ہمارے ساتھ مروّت کون کرتا۔ سوچا اگر یہ کسی لالچ میں ہیں تو میں اُنہیں کیا اور کتنا دے سکتا ہوں۔ اب تو صرف ایک ہی بارگاہ (خداوندی) ہے جس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ میں نے اُنہیں چلے جانے کی اجازت دے دی۔

اُن کے جانے کے بعد میں نے اپنے بال بچوں کو اپنے ایک نیک اور غیر تمند ہمسایہ کے گھر بھجوا دیا۔ اُس وقت ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہمارا مقابلہ صرف کالج کے چھوکروں سے نہیں بلکہ نامی بدمعاشوں۔ لیڈروں اور ڈاکوؤں سے ہے۔ میں نے اپنا ایک کارندہ لوٹی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھجوا دیا۔ اور خود مورچے بنا کر بیٹھ گئے۔ ہمارے گھروں کی پوزیشن ایسی ہے کہ پیچھے سے ہمیں کوئی گھیرا نہیں ڈال سکتا تھا اس لئے میں نے بستی میں اپنے رشتہ داروں کو کہلا بھیجا کہ جب لٹیرے آجائیں تو وہ بھی آجائیں۔ اور دشمن کو گھیرا ڈالنے دیں۔ کوئی ½ ۱ بجے کے قریب ہجوم میں اور ہم میں صرف ۲۰۰ سَو گز کا فاصلہ رہ گیا۔ کوئی چار پانچ ہزار آدمی تھے جو ہر لمحہ ہمارے قریب ہوتے جاتے تھے۔ ہم خاموش انہیں دیکھتے رہے۔ آخر انہوں نے فائر کھول دیا۔ یہاں بھی آگے آگے سکولوں کے طلبہ تھے۔ ہجوم ۷۵ فیصد مسلّح تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہمارے پاس گولہ بارود کم ہے۔ اصل میں پولیس نے ہمیں دھوکے میں رکھا تھا۔ اس حکومت کی پولیس نے ہماری حفاظت کرنا جس کی ذمہ داری تھی۔ ہم اس ملک کے معزز شہری ہیں۔ ہم نے ہر شعبۂ زندگی میں اپنے وطن کی بیش بہا خدمت کی ہے۔ میرے دو بھائی کرنل ہیں۔ دو بھتیجے کرنل ہیں۔ دو بھائی صوبیدار ہیں۔ میں نے یہ سب باتیں پولیس والوں سے بھی کی تھیں۔ مگر وہ عین وقت پر پھر بھی دغا دے گئے۔ لٹیرے بہت قریب آچکے تھے۔ انہوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ ہم صرف دس گیارہ افراد تھے۔ ان میں سے ہم چار احمدی اور چھ سات ہمارے غیر احمدی عزیز تھے ہم جواباً بڑی احتیاط سے فائر کر رہے تھے مقصد انہیں روکے رکھنا تھا کہ شاید کسی وقت حکام وقت کو غیرت آجائے — ½ ۱ گھنٹے کے مسلسل مقابلہ کے بعد حملہ آوروں کی پیش قدمی رک گئی۔ بلکہ وہ واپس بھاگنے لگے۔ لیکن مولوی پھر دہاڑنے لگے انہیں غازی اور شہید کے مقام سمجھانے لگے۔ اُن کی غیرتِ ایمانی کو جھنجھوڑ کانے لگے۔ چنانچہ کوئی ایک گھنٹہ کے بعد پھر جنّت کے خریداروں کا ایک گروہ آگے بڑھا۔ رفتہ رفتہ دوسری ٹولیاں بھی پانی پی کر تازہ دم ہوکر آملیں۔ ہجوم دوگنا ہوگیا۔ اس وقت بار بار میرے ذہن میں آتا — یا اللہ ہمیں آخر کس جرم کی سزا دی جارہی ہے۔ یہ امن کا قلعہ (پاکستان) اَن گنت قربانیاں دے کر کیا ہم نے اس لئے بنایا تھا۔ کہ اس کی گلیوں میں ہماری ہی لاشیں گھسیٹی جائیں — کیا ہمارا اس میں کوئی حق نہیں رہا — اور یہ کہتے ہی میں اپنے مورچہ ہی پر سجدہ ریز ہوگیا۔ اور اس کے بعد میں نے قرآنی دعائیں بہ آواز بلند پڑھنی شروع کیں۔ میرے ساتھی بھی بلند آواز سے انہیں دہراتے جارہے تھے۔ پانچ بجنے کو تھے — ہم ہر گولی بڑی احتیاط سے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر چلا رہے تھے

ہجوم کی اندھا دھند فائرنگ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ کہ میرے مولا نے محصورین کی التجاؤں کو سُن لیا۔ حملہ آوروں کے پاؤں پھر اُکھڑنے لگے۔ لشکر کے پسپا ہونے کے بعد ہمیں بھی پانی پینے اور زخمیوں کی پٹیاں وغیرہ باندھنے کی مہلت مل گئی — اب پسپا لشکریوں اور مولویوں میں تکرار ہو رہی تھی۔ مولوی انہیں شہادت کا رتبہ حاصل کرنے پر اُکسا رہے تھے۔ اور وہ کہہ رہے تھے کہ آخر یہ نعمت تم خود کیوں حاصل نہیں کرتے

اچانک آواز بلند ہوئی کہ آگ لگادی گئی ہے۔ سارا ہجوم خوشی سے اُچھل پڑا — ہم نے جائزہ لیا اور معلوم کرایا تو پتہ چلا کہ تقریباً چار سو گز پیچھے ایک تازہ دم لشکر پولیس کی مدد سے میرے ماموں زاد بھائی کے گھر تک پہنچ گیا۔ اور پولیس نے پہاڑی سے فائرنگ کر کے اُنہیں وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ جب وہ نکل گئے تو پولیس والوں نے کپڑے ہلا ہلا کر ہجوم کو بلایا اور گھروں میں لوٹ مار کے بعد آگ لگادی۔

یہ سارے واقعات میرے بال بچوں نے مجھے خود بتائے جو شاہ صاحب کے مکان سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک آدمی صاحبزادہ صاحب کی طرف لوٹی بھیجا۔ کہ وہ انہیں تمام حالات اور پولیس کی حرکات بتائے لیکن اُسے اُن تک پہنچنے نہ دیا گیا۔

حملہ آوروں کے حوصلے

حملہ آور ہجوم کے حوصلے اس بھڑکتی آگ کو دیکھ کر اور بھی بلند ہوگئے۔ اسی (؟) طرف سے فائرنگ "بے تحاشہ" ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر سیّد صاحب مسجد میں پہنچے اور اذانیں دینے لگے وہ بار بار وقفوں وقفوں میں ہجوم سے یہ بھی کہتے کہ

"لوگو! شرم کرو! کیا یہی اسلام ہے۔ کیا رسول اللہؐ کے زمانے میں اسلام اسی طرح پھیلا تھا۔ کیا یہ مسلمانوں کے کام ہیں یا دُشمنانِ اسلام کے؟"

مگر ان کی کسی نے ایک نہ سُنی اور فائرنگ جاری رہی۔ اچانک دو گولیاں سنسناتی ہوئی فیض محمد خاں کے سر میں آلگیں اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ اور سر سے خون کے فوّارے پھوٹ نکلے۔ اُسے جوں توں کر کے بالائی منزل پر پہنچایا گیا۔ اور پھر اسی حالت میں چھوڑ کر میرے ساتھی اپنے مورچوں میں آگئے — اس کے بعد ایک گولی میرے بڑے لڑکے اعجاز کے سینے میں لگی میں کچھ دیر اس کی طرف عالمِ بے بسی میں دیکھتا رہا۔ پھر عالمِ تصوّر میں میرے قلب و روح اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوگئے۔ میں نے کہا۔ "اے اللہ العالمین! تو ہمارے دلوں کے ہر راز سے باخبر ہے۔ تو جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں تیرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم نے تیرے مسیح کو بھی تیرے رسول مقبولؐ ہی کے ارشاد کی تعمیل میں قبول کیا ہے۔ اب ہمارے ایمان والقان کی لاج تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔"

اعجاز کچھ دیر گھبرایا۔ پھر سنبھل گیا۔ بلکہ کچھ دیر لیٹنے کے بعد پھر اپنے مورچہ پر آگیا۔ اُس کی چھاتی سے خون بدستور بہتا رہا — ماموں زاد کا مکان جل جانے کے بعد ہمارے گرد گھیرا بڑھ چکا تھا۔ اور لمحہ بہ لمحہ تنگ ہوتا جارہا تھا۔ اور ہم ادعیہ قرآن کی بالجہر تلاوت کے ساتھ ساتھ حتی المقدور حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہے تھے — اتنے میں آسمان پر ایک ہیلی کاپٹر لیشاور سے ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ یہ ہیلی کاپٹر لوٹی میں اُترا۔ اور کچھ دیر بعد وہاں سے پرواز کر گیا۔ اس کے بعد لشکریوں کی قیادت پولیس والوں نے سنبھال لی۔ اب ہمیں حملہ آوروں کی گفتگو بھی سُنائی دیتی تھی۔ کیونکہ وہ بہت ہی قریب آچکے تھے —

اب انہوں نے ہتھیار ڈال دینے کے الٹی میٹم دینے شروع کر دیئے۔ پھر گرنیڈ پھینکنے لگے۔ مگر گرنیڈ راستے میں گرتا۔ ہم تک صرف اُس کے لیور پہنچتے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اتنے قریب آگئے۔ کہ ہم اُن کے ہر وار کی زد میں تھے۔ اس لئے ہم جلد جلد زخمی ہونے لگے۔ چنانچہ فیصلہ کر کے ہم اوپر سے نیچے آگئے۔ اور زخمی فیض محمد خاں کو بھی اتار لائے۔ اب حملہ آور بڑے بڑے پتھر مار کر ہمارے دروازے توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک دروازے کے اوپر سے دو آدمی کود ے۔ اُن سے ہاتھا پائی میں میرے ایک بچے کی بندوق ٹوٹ گئی۔ اور نذیر محمد لالہ شہید ہوگئے۔ اس وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ مسلمانوں کی کفار سے جنگوں میں بھی رات آرام اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے ہوتی تھی۔ مگر یہ کیسا معرکہ تھا کہ رات کے گیارہ بجے بھی جاری تھا۔ اب فائرنگ تھی کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اب کسی نہ کسی طرح جُل دے کر نکل جانا چاہیئے۔ ہم میں سے دو شہید ہو چکے تھے۔ گو بعد میں پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے فیض محمد خاں کو زندگی لوٹا دی۔ گولہ بارود قریب الاختتام تھا۔ ہم نے باہر نکلنے کے لئے سامنے ہجوم پر فائر کیا تو معلوم ہوا کہ میرے میگزین میں گولیاں ختم ہو چکی ہیں۔ اتنے میں کسی نے آواز دی کہ "یہ کون ہیں پکڑو" — میں نے فوراً کہنا شروع کیا "بنگلہ کے پیچھے سے دُشمن آگیا ہے بھاگو بھاگو کمبختو بھاگو"

مگر مجھ پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں یہ آواز بھی پڑتی کہ " بھاگو قادیانیوں کی فوج آگئی ہے" بہرحال میں بڑھتا رہا اور میرے پیچھے ایک شخص یہ کہتا ہوا بڑھا کہ بھاگو قادیانیوں کی فوج آگئی یہ شخص لحظہ بہ لحظہ میرے قریب ہوتا جا رہا تھا، اور مجھے خطرہ تھا کہ یہ مجھے گولی مار دے گا۔ جبکہ میرے پاس ایک بھی گولی نہیں۔ آخر میں پلٹا اور خالی بندوق اس کے منہ پر دے ماری ۔۔ جواباً آواز آئی :-

" بابا ۔۔۔ میں اعجاز محمد ہوں "

میں نے اس سے ساتھیوں کا پوچھا اس نے بتایا کہ وہ پھنس گئے ہیں۔ اعجاز کے ہاتھ بھی بری طرح زخمی تھے۔ میرے بھی تیر، چھاتی اور کندھوں میں زخم تھے۔ تاہم میں نے اسے فوراً دوسرا میگزین بھرنے کو کہا اس نے کہا اس کا پستول بھی خالی ہے اس پر میں نے اس سے کہا کہ وہ بھائیوں کے آدمیوں کے پاس جاتے جنہیں ہجوم نے روک رکھا تھا۔ اور گولیاں لائے تاکہ ادھر سے فائر کر کے ساتھیوں کو بچایا جاسکے۔ میرے لڑکے نے انہیں جا کر بتایا کہ :-

"اب صرف میں اور بابا زندہ ہیں باقی سب شہید ہو گئے ہیں"

معجزانہ طور پر

دشمن ہمارے مکانوں میں گھس کر انہیں لوٹنے کے بعد آگ لگا چکے تھے اور میں دور بیٹھا اپنا سب ساز و سامان جلتا دیکھ رہا تھا ۔ مگر دل اس اطمینان سے لبریز تھا کہ یہ سب کچھ اس خدائے جلیل القدر کی راہ میں لٹ رہا ہے ۔ جل رہا ہے۔ جس کے وعدے سچے ہیں۔ جس کے مسیح کو ہم نے اس کے افضل الرسل پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق تسلیم کیا ہے ۔ ہم اس کی بارگاہ میں سرخرو رہیں ۔ یہ مکان اور یہ ساز و سامان تو آنی جانی چیزیں ہیں ۔۔ دل میں فکر تھی تو اپنے ساتھیوں کی کہ نہ جانے شمع محمدی کے ان پروانوں پر کیا گزری زیادہ قلق اس بات کا تھا کہ وہ احمدی نہ تھے وہ خون کے رشتے میں بندھے ہوئے ہمارے ساتھ سینہ سپر ہو گئے تھے ۔ اس لئے رہ رہ کر میرے سینے سے دعا نکلتی تھی میرے مولا ان کی ماؤں کے سینے ٹھنڈے رکھیو اور ان کی بہنوں کی چمک قائم رکھیو ۔۔۔ میں یہ دعا ہی کر رہا تھا کہ میرا لڑکا اعجاز اپنی ماں اور بہنوں کو میرے پاس لے کر پہنچا۔ جو نے دونوں نواسے ہمارے مزارعوں نے اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے میرے قریب آتے ہی خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے پر مبارکباد دی اور باری باری مجھ سے لپٹتے رہے ۔ میری بھاوج بھی جو میری بچیوں کے ساتھ چلی آئی تھی۔ مجھ سے لپٹ کر اونچے اونچے رونے لگی تو میری بچیوں نے کہا :-

"۔۔۔ چاچی یہ رونے کا نہیں شکر ادا کرنے کا وقت ہے کہ ہمیں اپنے مولا کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے اور قربان کر دینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے"۔

زندگی کا ان دیکھا سفر

ہم زندگی کے انوکھے اور انجانے سفر پر روانہ ہونے تو میری بھاوج نے بھی ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ میں نے بہتیرا کہا کہ ہمارے لئے یہ سارا علاقہ دشمن ہے۔ ہمارے خون کا پیاسا ہے۔ جانے کب صبح ہو، کہاں ہو اور کیسی ہو تم کیوں اپنی زندگی پریشان کرتی ہو مگر وہ نہ مانی بس یہی کہتی رہی تم لوگ چلے جاؤ گے تو اس کے بعد یہاں بھی زندگی کیسی چنانچہ وہ اور اس کے بچے ہمارے شریک سفر ہو گئے ۔۔ ہم چلنے والے تھے کہ ایک شخص نے آکر بتایا کہ امتیاز وغیرہ سب زندہ سلامت آگئے ہیں یہ سن کر مجھے اپنے سب غم بھول گئے کہ میرے قادر و توانا خدا نے انہیں جلتی آگ میں سے صحیح سلامت نکال دیا۔ ہم سب نے فوراً سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔ میری بھاوج کا بچہ نثار محمد خاں بھی اس معرکے میں میرے ساتھ تھا۔ مگر شاباش ہے اس راضی برضا خاتون کے کہ اس نے ایک دفعہ بھی یہ نہ پوچھا کہ نثار کا کیا بنا وہ ہمیں زندہ دیکھ کر سب کچھ بھول گئی تھی ۔ اتنے میں ایک لڑکے نے بتایا کہ نثار محمد بھی زندہ نکل آیا ہے ۔۔۔ ہم ایک دفعہ پھر سب کے سب شکر گزاری کے سجدے کے لئے ارحم الراحمین پر گر گئے مجھے یقین تھا کہ بھاوج اب ضرور ٹوٹ جائے گی ۔ کیونکہ اس کی آنکھوں کا نور لوٹ آیا ہے لیکن اس نے پھر بھی لوٹنے سے انکار کر دیا اور کہا تو یہ کہ :-

" مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں اگر تم پر میرا سب کچھ بھی قربان ہو جاتا تو مجھے خوشی ہوتی "

اور ہم خدائے عزوجل کا نام لے کر ایک ایسے سفر پر چل پڑے جس کی ہمیں خود خبر نہیں تھی ۔۔ تھوڑی دیر چل کر فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اپنی اس ہمشیرہ کے گاؤں جایا جائے جس کا بیٹا (جو صرف اسی کا نہیں ہم سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا) ہم پر نچھاور اور اس معرکہ میں شہید ہوا ہے۔

خانماں ویرانوں کا یہ قافلہ راستہ چھوڑ کر کھیتوں میں سے چل رہا تھا۔ تین گولیاں لگنے اور بہت زیادہ خون بہہ جانے کے باعث میں ضعف محسوس کر رہا تھا پاؤں جواب دے رہے تھے ہوش و حواس بھی درست نہ تھے راستہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میرے لڑکے آگے آگے تھے میں درمیان میں تھا۔ مستورات پیچھے تھیں اور پیچھے پیچھے دو مزارع گاؤں تک حفاظت کے لئے آ رہے تھے راستے میں ایک جگہ لوگوں کو پتہ لگا تو انہوں نے پناہ دینے کو کہا، مگر میرے بیوی بچوں نے انکار کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی دشمنوں ہی کی ٹولی تھی جب مجھے دیکھا تو راستے سے ہٹ گئے اور زبانوں کو تالے لگ گئے ۔ آدھ میل پر ایک اور ٹولی سامنے سے آتی دکھائی دی بارہ چودہ آدمی تھے ۔ کوئی بارہ بجے شب کا وقت تھا۔

ہر طرف درختوں اور جھاڑیوں کے جھنڈ تھے ۔ چارسُو تاریکی کا ڈیرہ تھا ۔ ایک دوسرے کی پہچان مشکل تھی ۔ میں نے بڑھ کر انہیں للکارا کہ کھڑے ہو جاؤ ۔ اور پھر ایک کے سینے کی طرف پستول کی نالی کر دی۔ وہ میرے پرانے مزارع نکلے ۔ کہنے لگے ہم تو آپ کی مدد کے لئے آ رہے تھے ہم گاؤں کی طرف بڑھنے لگے ۔ راستے میں امتیاز نے دشمنوں کو جل دے کر بچ نکلنے کا واقعہ سنایا کہ ۔۔ جب آپ دشمنوں کے درمیان پہنچ گئے اور انہوں نے شور مچایا کہ "پکڑو یہ کون لوگ ہیں" ۔۔۔ اور آپ نے کہا کہ دشمنوں نے گھیرا ڈال دیا ہے بھاگو ۔۔۔ اور اس کے بعد ہی فائرنگ شروع ہو گئی ۔ اس پر لالہ نثار محمد خان نے ہمیں آگے جانے کی بجائے حجرہ میں چھپنے کو کہا ۔ مگر ہم وہاں ایک ساتھی کی مشکوک حرکات سے گھبرا کر پھر بنگلے سے چلے گئے ۔ اور اندر جاتے ہی نثار محمد خان نے آوازیں دینی شروع کی کہ لوگو اندر آجاؤ قادیانی بھاگ گئے ہیں ۔ لوگ اندر آنے شروع ہو گئے ۔ ایک نے بڑھ کر پوچھا " کہاں چلے گئے ؟" ۔۔۔ نثار نے اپنا اعتبار پکا کرنے کے لئے پہلے اس سے نسوار کی چونڈی طلب کی وہ بھی پکا نسواری تھا ۔ اس نے فوراً نکال کر ڈبیہ تھما دی ۔ نثار محمد خاں نے نسوار لے کر کہا کہ انہیں پولیس نکال کر لے گئی ہے ۔ اب اندر کوئی نہیں ہے چلو اندر چلیں ۔ اس پر وہ اندر آئے اور چند فائر خوشی میں کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہجوم اندر داخل ہو گیا ۔ یہ ہجوم ۱۴۰ دیہات کے غنڈوں اور بدمعاشوں پر مشتمل تھا ۔ جو آپس میں سے ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے ۔ الحمد للہ ہم جلدی ہی ان میں گھل مل گئے ۔ جو آیا وہ تھوڑا سامان اٹھا کر چلتا بنا ۔ اس ریلے میں موقع پا کر ہم بھی نکلے اور اپنے ہتھیار بھی نکال لائے ۔۔۔ میں نے فیض محمد خاں کے بارے میں پوچھا ۔ کیونکہ جب ہم نکلے تھے لشکری اس کے کمرے کو آگ لگا چکے تھے ۔ امتیاز نے بتایا کہ میں نے اس کی طرف کا ایک آدمی بنگلہ سے نکلتے دیکھا ہے مگر چونکہ امتیاز بہت کم عمر ہے ۔ ہمیں اس کی باتوں کا یقین نہ آیا ۔ گو بعد میں وہ ساری کی ساری صدفی صد صحیح نکلیں

خوشحال آباد سے ٹینی

بہرحال ہم ان کے بچ نکلنے کا قصہ سنتے سنتے ٹینی گاؤں تک پہنچ گئے ۔ ٹینی ہمارا آبائی گاؤں ہے ۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا اس گاؤں کے لوگوں نے بھی ہمارے خلاف جتھہ لیا ہے کہ نہیں گاؤں میں روشنی تھی گاؤں میں داخل ہو کر ہم نے دیکھا کہ جگہ جگہ حجروں میں لوگ جمع ہیں ۔ ہمارا قافلہ ان کے درمیان میں سے چل رہا تھا ۔ میں نے سلام کیا لوگوں نے جواب دیا ۔ پھر سناٹا چھا گیا سب لوگ خاموشی سے ہمیں تکنے لگے ۔ جب ہم اپنے گھروں کے نزدیک پہنچے تو وہاں بھی بڑا جمگھٹ نظر آیا ۔ ہمیں دیکھ کر سب خاموش ہو گئے ۔ میں نے "السلام علیکم" کہا کچھ نے جواب دیا،

ایک نے بڑھ کر معانقہ کیا لیکن وہ شخص جسے ہم دشمن سمجھے تھے ۔ اس نے ہاتھ سے جلد چلے جانے کا اشارہ کیا ۔ یہ اس کی شرافت اور غیرت و جوانمردی تھی ۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس نے سارا دن ٹوپی اور ہمارے محاذ کی لڑائی میں ہماری بالواسطہ مدد کی ۔

ہمشیرہ کے گھر میں

مجھے اس کے اشارہ پر کچھ شک گزرا ۔ مگر ہم جلد جلد گزر گئے ۔ ابھی ہم ہمشیرہ کے گھر کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ہماری رشتہ دار عورتوں نے جو ننگے پیر ننگے سر لوگوں سے ہماری خیریت دریافت کرتی پھر رہی تھیں ۔ ہمیں دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی وہ ہمیں دیکھ کر کبھی خوش ہوتیں تو کبھی بے ساختہ رو پڑتیں ۔ بالآخر ہم ہمشیرہ کے گھر میں داخل ہوئے ہمشیرہ اپنے پیارے بیٹے کی شہادت کا سن چکی تھیں ۔ اب ایک طرف بیٹے کا غم اور دوسری طرف بھائی اور اس کے کنبے کے بچ جانے، زندہ سلامت نکلنے کی خوشی ۔ اس کی حالت دیکھنے کی تھی ۔ وہ کبھی روتی، کبھی لپٹتی اور کبھی بے تابانہ میرے بچوں کو چومتی ۔ رفتہ رفتہ رشتہ دار عورتوں کا ہجوم ہو گیا ۔ اور وہ رونے لگیں ۔ جس پر سب کو معلوم ہو گیا کہ ہم زندہ سلامت بچ گئے ہیں ۔ اور نذیر محمد خاں واقعی شہید ہو گیا ہے ہم چونکہ زخمی تھے وہ ہمیں پانی بھی نہیں پلاتی تھی ۔ اتنے میں لاؤڈ اسپیکر سے آواز آئی ۔

"۔۔ ہمیں علم ہو گیا ہے کہ قادیانی یہاں پہنچ گئے ہیں مگر ہم خبردار کرتے ہیں کہ انہیں گھر میں پناہ نہ دی جائے ورنہ ۱۴۰ دیہات کے لوگ ان کو تباہ و برباد کر دیں گے ۔ اور پناہ دینے والوں کو قتل کر دیا جائے گا "

یہ آواز جس نے بھی سنی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہمیں جلد ایک کمرے میں چھپا دیا گیا ۔ اور ہمارے چند عزیز مرد حفاظت کے لئے ہمارے پاس پہنچ گئے ۔ میں کچھ سوچنے سے عاری تھا ۔ زخموں سے نڈھال تھا ۔ میرے بیوی بچوں نے کہا ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئیے ۔ یہ گھر پہلے ہی رنجیدہ ہے ۔ اس کا بیٹا شہید ہو چکا ہے ۔ کہیں باقی رہی سہی عزت یہاں غارت نہ ہو جائے ۔ میں نے ہمشیرہ کو دلاسہ دیا ۔ اور اجازت چاہی وہ رونے لگی کہ اس اندھیرے میں آپ کہاں جائیں گے ۔ میں نے کہا اگر ہم پر زمین تنگ ہو گئی ہے تو تمہاری زندگی بھی کیوں برباد کریں ہم صرف اسی پر توکل کریں گے ۔ جس نے ہمیں اس امتحان میں ڈالا ہے ۔ اور جو ایک معرکے سے ہمیں بچا لایا ہے ۔۔۔ اس کے بعد ہمارا ایک محسن رشتہ دار وہاں پہنچ گیا ۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو فی الحال علاقہ غیر میں پہنچائے دیتے ہیں ۔ بعد میں اگلا پروگرام بنائیں گے ۔ میں نے جواب دیا " جو میرے مولا کو منظور ۔۔۔ ہم نے تمام رشتہ داروں اور روتی پیٹتی ہمشیرہ کو

چھوڑ کر پھر اپنا سفر شروع کیا۔ آگے آگے بچیاں تھیں اور ان سب کے پیچھے میں۔ ابھی کوئی بچیس گز ہی گزری ہوں گے کہ دس پندرہ افراد کی ایک مسلح ٹولی تیز تیز قدم اُٹھاتی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ان کے پاس بندوقیں اور تلواریں تھیں میرے لڑکے نے انہیں پہچان لیا کہ یہ لوگ ابھی شکر سے میں تھے لاؤڈ اسپیکر کی آواز سُن کر ہمارا پیچھا کر رہے ہیں عورتیں ایک گھر کے دروازے کے نزدیک ہو گئیں۔ اور زور زور سے کہنے لگیں۔ شادی والا یہ گھر نہیں دوسرا ہے۔ وہ لوگ سمجھے کہ شادی والے گھر کے مہمان ہیں وہ ہمیں چھوڑ کر سیدھے راستے پر روانہ ہو بڑے میرے رشتہ داروں نے کہا اب کیا کریں یہ تو ہمارا راستہ روکیں گے۔ چنانچہ ہم نے فوراً سوچ کر اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور تیز تیز قدم اُٹھا کر چلنے لگے۔ پیاس اور تھکن کے باوجود گرتے پڑتے آگے بڑھنے لگے۔ اس وقت بے خانمانوں کا یہ قافلہ میری بیوی تین لڑکیاں دو لڑکے دو چھوٹے معصوم (نواسہ۔ نواسی) اور ایک قابل اعتماد عزیز پر مشتمل تھا۔ جو ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ بجاد ح کو ہم نے اصرار کے ساتھ گاؤں میں روک دیا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر پر باربار یہ اعلان کیا جا رہا تھا۔ ہم نے گاؤں سے نکل کر پہلا راستہ بھی چھوڑ دیا۔ اور پہاڑوں اور جنگلوں کا راستہ اختیار کیا کیونکہ ہمیں تعاقب کرنے والوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ہم زمین پر بیٹھ کر اور چھپ کر اپنے پاؤں کی چاپ اور باتیں سُن کر اپنے راستے تبدیل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک جگہ بیٹھ کر صلاح مشورہ کیا کہ اگر ہمارے ساتھ فیر چلنے والے کی خبران کو مل گئی اور انہیں بھی گھیر لیا گیا تو پھر کیا ہوگا۔ یہ زہر تو ہر جگہ مولویوں نے پھیلا رکھا ہے۔ وہاں مزید ذلت و رسوائی نہ ہو اور ہم وہیں سے ڈیم کی طرف چل پڑے۔ ہم نے اپنے محسن رشتہ دار کو واپس جانے کے لئے کہا مگر وہ نہ مانا اور کہا کہ تھوڑی دُور چھوڑ کر واپس لوٹ جاؤں گا۔

ڈیم ورکنگ ایریا

دو میل آگے جا کر اسے بمشکل لوٹایا اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر آگے چل پڑے۔ ہر طرف کانٹے دار جھاڑیاں تھیں بچیوں کی چپلیں جواب دے گئیں۔ شلواریں پھٹ گئیں اور اسی طرح انتہائی نقاہت کے عالم میں گرتے پڑتے آگے بڑھتے رہے۔ ہم ڈیم کے ورکنگ ایریا میں پہنچ گئے جہاں سے مٹی نکالی جاتی تھی اور کنویر بیلٹ کے ذریعہ ڈیم کو جاتی ہے ہم اس کنویر بیلٹ کے پاس پہنچے۔ یہ بیلٹ ابھی تک کھڑا تھا ہمارے پہنچتے ہی سائرن بجا۔ اب ہم حیران تھے کہ اگر بیلٹ پر جاتے ہیں تو وہ تین میل دُور ہے اور وہاں بھی طرح طرح کے لوگ کام کرتے ہوں گے جو ضرور ہمیں پہچان لیں گے اس بیلٹ پر دو دو میل راستے پر پل بھی بنائے ہوتے ہیں۔ مگر وہاں بھی سیکورٹی گارڈز ہوتے ہیں وہاں بھی خطرہ ہے۔ سائرن ہو چکا تھا ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہیں سے جانے کا فیصلہ کیا کہ اگر مرنا ہی ہے تو یہیں مر جائیں گے اور اگر اس علیم و برتر نے بچانا ہے تو وہ ہمیں ضرور بچائے گا میں نے سب سے نیچے پٹے سے گزرنے کا مشورہ دیا۔ مگر وہ بہت تنگ اور زمین کے نزدیک تھا میرے دونوں لڑکے درمیان ہی میں سے گھُس کر اندر نکل گئے کہ اگر موت آئی ہے تو پھر کاہے کا ڈر ہمیں ہے تینوں میری لڑکیاں میرے کہنے کے باوجود پار ہو گئیں۔ میری بیوی نے میرا بتایا ہوا راستہ اختیار کیا۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ یہ راستہ مشکل ہے۔ میں نہ گزر سکوں گا اس لئے توکل بر خدا میں نے بھی وہی خطرناک راستہ اختیار کیا۔ اور یوں ہم اس خطرناک رکاوٹ سے بخیریت نکل گئے دوبارہ سائرن ہوا۔ اور بیلٹ چل پڑا اور یوں ہم اپنے تعاقب کرنے والوں کی زد سے بچ گئے۔ اب پیاس بھوک نقاہت سے سب کا بُرا حال تھا مگر مجبوراً سب چل رہے تھے حتیٰ کہ اس کچی سڑک پر پہنچ گئے جہاں ڈیم کے لئے گاڑیاں چلتی ہیں۔ ہمارے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے یہاں سے چھڑکاؤ والی ٹینکی گزری تھی ستاروں کی روشنی کی وجہ سے جگہ جگہ پانی نظر آرہا تھا میرے بچوں نے پانی سمجھ کر ہاتھ لگایا تو وہ کیچڑ تھا مگر وہ پیاس سے بلبلا رہے تھے انہوں نے اس کیچڑ پر جھک کر ہی پانی چوس کر ہی اپنے حلق تر کر لئے — اللہ اللہ ہر معرکۂ کرب وبلا کے ساتھ "پانی" کا کیسا عبرت انگیز واقعہ ہے مگر پیاس کم ہونے کی بجائے اور بھڑک اُٹھی تھی۔ اور ابھی سامنے ایک پہاڑ کی چڑھائی تھی اور سب کے پاؤں لرز رہے تھے۔ اس علاقے میں غیر علاقے کے لوگ بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ جنہوں نے ہمارے خلاف لوٹ مار میں حصہ لیا تھا جس میں ان کا جانی نقصان بھی ہوا تھا۔ ہم اس علاقے کو جلد عبور کر جانا چاہتے تھے اللہ کا کرم کہ اس سارے عرصہ میں کوئی گاڑی نہیں آئی ورنہ روشنی ہماری نشاندہی کر سکتی تھی۔ اور ہم پیچھے پہاڑی پر چڑھ گئے اب پیاس اور نقاہت کے باعث آگے چلنے کا کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ ہم سب پہاڑ کے دامن میں چھپ کر اپنے رب سے دعائیں کرنے لگے اور میں نے اپنے لڑکے اعجاز سے کہا کہ ڈیم میں جا کر کسی چیز میں پانی لے آئے ورنہ ہم یہاں گھیرے میں آجائیں گے۔ مگر اس کے سارے کپڑے خون سے لت پت تھے اس کا ہاتھ گولی لگنے کی وجہ سے سُوجا ہوا تھا۔ وہ وہاں جاتا تو پکڑا جاتا دوسرا لڑکا اس قابل نہ تھا کہ وہ تین میل جا کر لوٹ سکتا۔ ادھر یہ کیفیت تھی کہ رائفلوں اور ریوالوروں کی موت سے نکلنے کے بعد پیاس کی موت بڑھ کر منہ پھاڑے ہماری طرف بڑھ رہی تھی

اور پانی مل گیا

اتنے میں مجھے دس فٹ کے فاصلہ پہ ایک چبوترے پر ایک صراحی پڑی ہوئی نظر آئی اعجاز وہ صراحی اُٹھا لایا۔ اس میں پانی تھا۔ جو میری ایک بچی نے سارا پی لیا۔ میرا چھوٹا بچہ اتنی دیر جو سارا رستہ میری نواسی کو اُٹھاتے چلا آرہا تھا۔ بے سُدھ ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔ اور دونوں ہاتھ زمین پر پھیلا دیئے مگر اس نے یوں محسوس کیا جیسے اس کا ایک ہاتھ پانی میں ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہاں پانی ہے۔ میں نے اُٹھ کر دیکھا وہاں سیمنٹ کا ایک حوض تھا۔ خدا جانے کیوں تھا میں نے اس حوض سے جلد جلد پانی پھر کر سب کو پلایا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے بعد ہم نے اپنی شروع کی یہ ڈیڑھ دو میل کا بھی فاصلہ طے ہونے کا تھا۔ مگر اب فکر یہ لاحق ہوئی کہ ہماری ہیئت کذائی کو دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے کیا سمجھیں گے اور کیا نہیں سمجھیں گے کہاں پناہ لیں گے اور کیا ایسے میں ہمیں کوئی پناہ دے بھی سکے گا۔ ؎

وہی آسمان ہے وہی زمیں پہ سکوں کا نام نشاں نہیں
کہاں جا کے سر کو چھپائیے کہ نہیں ہے جائے پناہ بھی

کبھی کسی کے ہاں جانے کا سوچتے کبھی کسی کے ہاں پھر اپنے آپ کو دیکھتے خالی ہاتھ، ننگے سر ننگے پاؤں، پھٹے لباس آخر جائیں تو کہاں جائیں ہم اسی سوچ میں غلطاں چل رہے تھے کہ اچانک ایک لینڈ روور آکر ہمارے سامنے رک گئی ہم اور پہاڑ کی اوٹ میں چھپ گئے۔ مگر ڈرائیور یہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ:۔

گھبراؤ نہیں ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے
مگر تم ہو کون؟"

پھر پولیس کے گھیرے میں

اب میں ششدر اور حیران کہ اسے کیا بتائیں اور یہ کیوں پوچھ رہا ہے۔ آخر میں اندھیرے میں سے ہرتا ہوا پیچھے سے آکر اس کے قریب کھڑا ہو گیا اور گاڑی کو دیکھا۔ اس میں صرف ۲ آدمی تھے ایک کوئی افسر تھا دوسرا ڈرائیور۔ میں نے ڈرائیور کو پہچان لیا وہ ڈیم کا ملازم تھا۔ اور ان علاقوں کا نہیں تھا۔ افسر کو میں نہ پہچان سکا۔ مگر میری حالت ایسی تھی کہ مجھے کسی نے نہ پہچانا میں نے بہانہ کیا کہ ہماری میت ہو گئی ہے ہم ڈیم جا رہے ہیں تم ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟ — اس نے پوچھا کہاں سے آرہے ہیں میں نے جواب دیا کہ "لندن سے" — وہ سمجھ گیا کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ پھر پوچھا کیا تم سُنی ہو؟ میں نے کہا "ہاں" — "کہاں جانا ہے؟" — میں نے ڈیم کے افسر کا نام لیا اس پر کچھ توقف کے بعد اس نے ترس کھا کر ہمیں گاڑی میں بٹھا لیا — ہمارے حواس کچھ ٹھیک نہیں تھے گھر کی صحیح نشاندہی نہ کر سکے اور اس گھر سے کچھ فاصلے پر اتار دیئے گئے — میرا نواسہ ہوش سے اترنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے رونا شروع کر دیا۔ اس کے رونے کی آواز سُنتے ہی پولیس پہنچ گئی۔ اور ہمارے گرد گھیرا ڈال لیا سر میں گولی لگنے کی وجہ سے میرے منہ میں خون بھرا ہوا تھا کپڑے بھی تمام خون سے لت پت تھے سر پر چادر کی پگڑی باندھی ہوئی تھی لڑکوں کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ عورتوں کے لباس پھٹے ہوئے تھے وہ پاؤں اور سروں سے ننگی تھیں۔ سب نے ہمیں گھیر کر پوچھ گچھ شروع کر دی انہیں تو یہ معلوم ہوا تھا کہ ہم سب مارے گئے ہیں اور ان کے بیوی بچے اغوا کر لیے گئے ہیں۔ مگر اللہ کا کرم کہ جب ہمیں اس افسر کے گھر پہنچایا گیا تو اس نے پہچان لیا اور گلے لگا لگا کر رونے لگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس قربانی اور ایثار پر مبارکباد بھی دیتا رہا۔ وہ احمدی نہیں ہے لیکن فطرتاً شریف ہے۔ ہمارے اس کے ساتھ جست محبانہ اور مربیانہ خاندانی تعلقات ہیں چونکہ اس نے جو کچھ سُنا تھا۔ اس کے بالکل برعکس دیکھ رہا تھا۔ اس لئے مضطربانہ جلد جلد سب کچھ دریافت کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بیوی بچوں کو ہدایات دیتا جا رہا تھا کہ — فلاں کپڑے نکالو۔ جلد چائے بناؤ — کھانا لاؤ — ان کے منہ دُھلاؤ بچوں کے کپڑے بدلواؤ وغیرہ وغیرہ — ہم جن کی آنکھوں کے تمام سوتے خشک ہو چکے تھے لیسے حالات سے دوچار ہے تھے اور اُن کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ پھر اس نے بتایا کہ ساتھ کے کمرے میں میرے ہم زلف کے بیوی بچے پناہ گزین ہیں تو انہیں جگایا گیا۔ اور وہ ہمیں دیکھ کر ہکا بکے رہ گئے۔ انہوں نے سُنا تھا کہ ہم سب مارے گئے سب کچھ جلا دیا گیا۔ لوٹ لیا گیا پھر ہم سب کے سب سربسجود ہو گئے۔ اور ہم سب نے دیر تک اپنے رب کے حضور جی بھر کر آہ وزاری کی — اس نے منیف محمد خاں کا پوچھا۔ میں نے بتایا کہ وہ تو شہید ہو گیا ہے۔ اس وقت تک ہمیں یہی اطلاع تھی — ایک دفعہ پھر آہ و بکا شروع ہو گئی میں نے کہا یہ رونے دھونے کی نہیں صبر و رضا کے مظاہرے کی گھڑی ہے اس کے بعد ہم گاڑی میں کالونی کے دوسری طرف بھائی خلیل الرحمان سے ملے۔ تو ایک دفعہ زندگی پر پھر اعتبار آگیا۔ پھر سب نے مل کر پروگرام بنایا کہ کرنل احمد خاں کے پاس چونیاں چلیں اور اگلے ہی دن اڈے سے ایک پوری منی بس کرایہ پر لے کر بھائی احمد خان کے پاس چونیاں پہنچ گئے —

یہ ہیں اس داستان کے محض عنوان اور اس معرکۂ کرب وبلا کی چند سُرخیاں جس کی تفصیل بیان کرنے کے لئے ایک مدت درکار ہے اور جو صدیوں تک دہرائی جاتی رہے گی۔ اس آگ اور خون کے دریا سے گزرنے کے بعد جو پایا ہے۔ اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور جو کھویا ہے اس کا غم نہیں ہم اس حی و قیوم خدا پر شاکر ہیں وہ جتنی دفعہ بھی اس قسم کی قربانیاں طلب کرے گا جب تک دم میں دم ہے اسی بشاشت کے ساتھ پیش کرتے رہیں گے التجا صرف یہ ہے کہ وہ انہیں قبول کرلے کرتا رہے اور ہمیشہ ہم سے راضی ہو جائے (محمد یار عبدالغفور خاں) بشکریہ ہفت روزہ "لاہور" لاہور

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

بقیہ از صفحہ (۲)

(۶) حضرت مصلح موعود یعنی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا پسر موعود اور فرزند ارجمند ہی وہ بابرکت وجود ہے جس کی قیادت اور راہنمائی میں ایک خاص تنظیم کے تحت عالمگیر بنیادوں پر اشاعتِ اسلام کے منصوبے رُوبعمل لائے گئے اور برِصغیر سے نکل کر تبلیغِ اسلام کے مشنز بیرونی ممالک میں قائم ہونے لگے۔ مساجد کی تعمیر عمل میں آنے لگی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دیگر زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم شائع کرکے کلام اللہ کے انوار و برکات سے ان زبانوں کے بولنے اور سمجھنے والوں کو منور کئے جانے کے سامان ہوئے۔ اسلام کی تعلیمات اور اس کے ایسے محاسن سے پُر لٹریچر تیار کرکے اُن کے ہاتھوں میں پہنچایا جانے لگا حتیٰ کہ وہ لوگ بڑی سُرعت کے ساتھ اسلام کے گرویدہ بن جانے لگے۔ چنانچہ آج افریقہ کے تپتے صحراؤں میں ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں اس براعظم کے اصل باشندے نہ صرف یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام دُرود بھیجتے ہیں بلکہ آپؐ کے دین کے لئے ہر قسم کی مالی وجانی قربانیاں دینے کے لئے نسلی مسلمانوں سے کسی صورت میں پیچھے نہیں اور یہی حال دوسرے براعظموں میں اُن نومُسلموں کے حلقہ بگوشِ اسلام ہوجانے کا ہے جو اس مبارک وجود مُصلح موعُود کی طرف سے جاری کردہ خدمت و اشاعتِ دین کی مُہم کے نتیجہ میں دینِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

الغرض حضرت مصلح موعُود کے ایسے ہی روشن کارنامے ناقابلِ انکار اور واضح ثبوت ہے پیشگوئی دربارہ مصلح موعود کے سلسلہ میں اس اعلان کی حقیقت کا جو آج سے ۸۹ سال قبل مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بایں الفاظ فرمایا :-

"یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے ـــــ"

بلاشبہ اس عظیم الشان نشانِ آسمانی نے یہ ثابت کردیا کہ پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کے متعلق یہ جو پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی، اس کے مطابق عین وقت پر وہ مسیح موعود آیا۔ اس نے شادی کی۔ اور تاریخ نے ایک بار پھر اس صداقت کا مشاہدہ کیا کہ پیارے آقا کی طرف سے دی گئی بشارت کے تحت مسیح موعود کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد نہ صرف یہ کہ ذاتی طور پر نیک اور صالح ہوئی بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس کے ذریعہ خدمت و اشاعتِ دین کا ایسا امتیازی کام بھی لیا جس سے اس زمانہ کے دُوسرے بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے اسلامی حکمران محروم رہے۔

حضرت مصلح موعود کے ان روشن اور بے نظیر کارناموں کو دیکھ کر آپؐ ہی کا یہ شعر بے اختیار طور پر زبان پر جاری ہوجاتا ہے کہ ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

پس مبارک ہے وہ شخص جو اس آسمانی نشان کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھے اور اس کی قدر کرتے ہوئے خود اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ اُسے بھی ایسی ہی دینی خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہو۔

اٰمین برحمتک یا ارحم الرّاحمین ۞

دُعائے مغفرت

میری پھوپھی حضرت امۃ اللہ بشیرہ بیگم صاحبہ دُختر مولوی میر محمد سعیدؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ و میر مجلس (انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن) اہلیہ سید بشارت احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت حیدرآباد دکن ۱۱ر صلح ۱۳۵۴ہش (۱۱ر جنوری ۱۹۷۵ء) بمقام لاہور اس دارِ فانی سے کوچ فرماگئیں۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور متعلقین کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار: محمدی بیگم اہلیہ محمد سلیمان صاحب صدر جماعت احمدیہ بمبئی۔

نوٹ:- اعلان کنندہ کی طرف سے مبلغ پانچ روپے اعانتِ بدر میں موصول ہوئے ہیں (مینیجر بدر)

وفات

جماعت احمدیہ ھُبلی کے ایک مخلص دوست مکرم بابوخان صاحب کیانسر کے مرض میں مبتلا تھے۔ ہبلی اور بنگلور ہسپتالوں میں زیر علاج بھی رہے۔ آخر مورخہ ۴ر فروری ۱۹۷۵ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہ راجعون۔

بنگلور علاج کے دوران محترم بی۔ایم بشیر احمد صاحب اور محترم صدر صاحب جماعت احمدیہ بنگلور اور ہردو کے صاحبزادگان کا مخلص تعاون مرحوم کے ساتھ رہا۔ ہبلی میں بھی عزیز مکرم ڈاکٹر عبدالحافظ صاحب کتور سے ضروری تعاون لیا جاتا رہا۔ اللہ تعالےٰ اِن سب کو اس کی بہتر جزا دے۔ آمین۔

مرحوم اپنے پیچھے دو لڑکے دو لڑکیاں اور ایک بیوہ چھوڑ گئے ہیں۔ اِس وقت ایک لڑکی ہی قابلِ شادی ہے۔ محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی اپنے مجوزہ دَورہ کے سلسلہ میں ھُبلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور احمدیہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔

چند سال پہلے ہبلی میں شدّت کی مخالفت سے ایک الگ قبرستان کی مسلسل کوشش کی گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے بڑا فضل کیا اور احسان سے نوازا کہ میونسپل کارپوریشن ہبلی دھارواڑ سے نصف ایکڑ قیمتی موزون جگہ جماعت کے الگ قبرستان کے لئے حاصل ہوگئی۔

جملہ بزرگان و احبابِ جماعت سے التماس ہے کہ مرحوم کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے نیز مرحوم کے خاندان والوں کی استقامت و صبر کے لئے دُعا فرماویں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۞

خاکسار: حضرت صاحب مُنڈاسگر۔ صدر جماعت احمدیہ ہُبلی۔

احمدیہ مُسلم کانفرنس پونچھ

امسال مورخہ ۳۰ر ۳۱ر مارچ بروز اتوار۔ سوموار، پونچھ شہر میں جماعت ہائے احمدیہ صوبہ جموں کی طرف سے ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بنفسِ نفیس شرکت فرما رہے ہیں۔

احبابِ کرام سے اس دُوروزہ کانفرنس میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونے کی درخواست ہے۔ نیز جو دوست اس کانفرنس میں شرکت فرمانا چاہیں وہ قبل از وقت خاکسار کو مطلع کردیں۔

موسم کے پیشِ نظر دوست اپنے ہمراہ بستر لائیں ۞

خاکسار

حمید الدین شمس مبلغ جماعت احمدیہ پونچھ شہر وارڈ نمبر ۳ احمدیہ بلڈنگ

جناب خواجہ عبدالغنی صاحب گوئی سپیکر جموں و کشمیر کی قادیان میں تشریف آوری

قادیان ۱۶ فروری۔ جناب خواجہ عبدالغنی صاحب گوئی سپیکر جموں و کشمیر اسمبلی اپنے ایک بیٹے اور ایک برادر زادہ کی معیت میں ایک ہندو دوست کی بارات میں جموں سے گزشتہ روز شام کو قادیان میں تشریف لائے اور رات کو احمدیہ مہمان خانہ میں قیام فرمایا۔ اور آج صبح آپ نے بہشتی مقبرہ۔ دار المسیح۔ مساجد مبارک و اقصیٰ اور منارة المسیح دیکھے۔ اور مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے معائنہ میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آمدہ طلباء کو بنظرِ استحسان دیکھا جنہیں اُن کے والدین نے بچپن میں ہی اس جذبہ کے تحت بھجوایا ہوا ہے کہ دینی ماحول میں اُن کی تعلیم و تربیت ہو۔

جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت، اس کے بنیادی عقائد، اس کے لئے احمدیوں کی مالی و جانی قربانیوں اور اس کی عالمی وسیع و کامیاب تبلیغی تنظیم و مساعی اور پاکستان میں حال میں رونما ہونے والے مخالفِ احمدیت ہنگاموں میں جماعتِ احمدیہ کے صبر و استقامت اور جلسہ سالانہ ربوہ پر کثیر بیعتوں کے کوائف آپ نے سُنے۔ اور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب (ناظر اعلیٰ و امیر مقامی) سے حضورؑ کے مبارک زمانہ کی بعض ایمان افروز باتیں سُنیں۔ مرکزی تنظیم پر مشتمل دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور خصوصاً صیغہ نشر و اشاعت کا شو رُوم دیکھا۔ مرکزِ احمدیت میں آمد کے موقعہ کے میسّر آنے پر آپ بہت محظوظ ہوئے اور آپ نے قرآن مجید (ترجمہ انگریزی) اور تفسیرِ صغیر اور جماعتی لٹریچر کو بخوشی قبول فرمایا۔ اور آئندہ بھی کسی وقت تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ بعد ازاں آپ امرتسر تشریف لے گئے۔

مرکز میں آپ نے اپنے صوبہ جموں و کشمیر اور بالخصوص اپنے وطن بھدرواہ شہر کے احباب و طلباء کی ملاقات پر بہت اظہارِ مسرت فرمایا۔ آپ کی متوقع آمد کے پیشِ نظر جماعت بھدرواہ کے دوست مکرم حیدر خان صاحب مرکز کی اعانت کے لئے جموں سے قادیان آ گئے تھے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

ناظر امورِ عامہ قادیان

—※—

حضرت مصلح موعودؓ کی بعض ایمان افروز پیشگوئیاں۔ بقیہ صفحہ (۶)

ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہے گا وہ توڑ نہیں سکے گا۔ مگر یہ اینٹ جب اُس پر پڑے گی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی کیونکہ اینٹ خدا کی اور ہاتھ خدا کا ہے"۔

(کشتی نوح صفحہ ۵۱)

۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر مستقبل کے لئے خلفاء کے انتخاب کے قواعد بتانے کے بعد فرمایا:-

"مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چُنا جائیگا مَیں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چُنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہوگا بڑا ہو یا چھوٹا ہو، ذلیل کیا جائے گا۔ اور تباہ کیا جائے گا"۔

(خلافت حقہ اسلامیہ صفحہ ۱۸)

چنانچہ اسی تسلسل میں آگے فرماتے ہیں:-

"پس مَیں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو منان۔ وہاب اور ہیخانی کیا چیز ہیں؟ اگر دُنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی"۔

(ایضاً)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ "خلیفۂ ثالث" ہم میں موجود ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی حکومت یا کئی حکومتیں اکٹھے ٹکر لینا چاہتی ہیں یا نہیں۔ اگرچہ اس ٹکر کے امکان کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا تاہم ہمارا ایمان ہے کہ اگر کبھی ایسا ہوا تو نتیجہ یقیناً وہی ہوگا جس کی طرف حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا عبارت میں صریح اور واضح رنگ میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ اِنْ شاءَ اللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٭

پروگرام دورہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر انسپکٹر بیت المال

جملہ جماعت ہائے احمدیہ آندھرا۔ میسور۔ مہاراشٹر۔ مدراس اور کیرلہ کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر انسپکٹر بیت المال مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق پڑتال حسابات و وصولی چندہ جات لازمی و دیگر کے سلسلہ میں دَورہ فرما رہے ہیں۔ اس لئے جملہ عہدیداران جماعت و مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ وصولی چندہ جات اور دیگر مالی اُمور میں انسپکٹر صاحب موصوف کے ساتھ کما حقہ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی
قادیان	-	-	۲۱ ۱/۷۵
بمبئی	۲۳ ۱/۷۵	۴	۲۷
حیدر آباد و سکندر آباد	۲۸	۸	۸ ۲/۷۵
شادنگر	۸ ۲/۷۵	۱	۹ ۲/۷۵
محبوب نگر	۹	۱	۱۰
ادیگر	۱۰	۱	۱۱
ظہیر آباد	۱۱	۱	۱۲
چندا پور کاماریڈی	۱۳	۱	۱۴
کرنول	۱۵	۱	۱۶
چنتہ کنٹہ	۱۶	۲	۱۸
یادگیر	۱۹	۳	۲۲
تیما پور شوراپور	۲۲	۲	۲۴
دیودرگ	۲۴	۱	۲۵
ہبلی	۲۶	۲	۲۸
بلگام	۲۸	۱	۲۹
ساونت واڑی	۲۹	۱	۳۰
نند گڑھ لونڈا	۳۰	۱	۳۱
ہبلی	۳۱	۱	۱ ۳/۷۵
سورب	۱ ۳/۷۵	۱	۲ ۳/۷۵
ساگر	۲	۱	۳
شموگہ	۳	۲	۵
بنگلور	۶	۲	۸
مرکرہ	۹ ۳/۷۵	۲	۱۱ ۳/۷۵
مدراس	۱۲	۳	۱۵
میلاپالیم	۱۶	۱	۱۷
ساتان کولم	۱۷	۱	۱۸
کوٹار	۱۸	۱	۱۹
کروناگاپلی	۱۹	۲	۲۱
آدی ناڈ	۲۱	۱	۲۲
آڑاپوڑم	۲۲	۱	۲۳
چیلاکرہ	۲۳	۱	۲۴
منارگھاٹ	۲۴	۱	۲۵
الّاتلور موریاکنی	۲۵	۱	۲۶
کردلائی	۲۶	۱	۲۷
پیتھاپیریم	۲۷	۱	۲۸
کالیکٹ	۲۸	۳	۱ ۴/۷۵
کوڈیاتھور	۱ ۴/۷۵	۱	۲ ۴/۷۵
کینانور کڈلائی	۲	۲	۴
شیلی چری	۴	۱	۵
کوڈالی	۵	۱	۶
پینگاڈی	۶	۳	۹
موگرال منجیشور	۹	۲	۱۱
اُلّال	۱۱	۱	۱۲ ۴/۷۵
قادیان	-	-	-

درخواست ہائے دُعا

(۱) محترمہ اعجاز فاطمہ صاحبہ لودھی پور شاہجہانپور بعض پریشانیوں میں مبتلا ہیں انہوں نے ان پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دُعا کی درخواست کی ہے۔ اعانت بدر کے لئے پانچ روپے بھی انہوں نے ادا کئے ہیں۔ (ناظر بیت المال آمد قادیان)

(۲) خاکسار کی بچی عزیزہ مظہرہ خاتون کا اسکالرشپ امتحان حال ہی میں ہونے والا ہے۔ قبل ازیں تیسری کلاس کا اسکالرشپ اُس نے حاصل کرکے ساری رقم صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ میں دیدی تھی۔ اب موجودہ پانچویں کلاس کے لئے اسکالرشپ کا امتحان ہونیوالا ہے۔ اس دفعہ بھی عزیزہ مظہرہ نے یہ نیت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کامیابی بخشی تو اسکالرشپ کی ساری رقم صد سالہ جوبلی فنڈ میں ادا کرے گی۔ عزیزہ کی کامیابی کیلئے تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار: محمد تبارک احمدی بھدرک۔

(۳) — خاکسار نے اس سال میٹرک کا امتحان دیا ہے۔ احباب دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔ اور دینی و دنیوی ترقیات سے نوازے۔

خاکسار: ادریس احمد خاں
نونہ مئی (کشمیر)